ہفت روزہ
ترجمانِ اسلام
نگرانِ اعلیٰ مفتی محمود

صوبائی محکمہ تعلیم بلوچستان میں اندرونِ خانہ دھاندلی



رامے صاحب کی غیر جماعتی نظام کی تجویز بحران ثابت ہوگی ——؟

علاوہ ازیں:

حالات وواقعات، صوبائی سیرۃ کانفرنسوں کی تفصیل، ایڈیٹر کے نام خطوط، طلباء کی سرگرمیاں شہر شہر سے، سوانح حضرت بنوریؒ کے علاوہ اور بہت کچھ

جمعہ، ربیع الثانی ۱۷ مارچ ۱۹۷۸ء

قیمت

تاریخ وفات حضرت بنوریؒ
۱۳۹۷ھ

محمد شفاعت ربانی المتخصص فی الفقہ الاسلامی
جامعہ علوم الاسلامیہ نیوٹاؤن کراچی نمبر ۵

وہ عرفانِ انورؒ کا وارث

کہاں وہ محدّث، کہاں وہ مفسر؟ کہاں وہ دبستانِ انورؒ کا وارث
کہاں وہ مُجاہد، وہ سالارِ ملّت! کہاں وہ گلستانِ انورؒ کا وارث
کہاں وہ مُصنف، کہاں وہ مبلّغ! کہاں ہے وہ ریحانِ انور کا وارث
کہاں ہے وہ شاعر وہ مدّاحِ انورؒ کہاں شعر و دیوانِ انورؒ کا وارث
کہاں وہ مفکّر، کہاں وہ محقق کہاں ذوق و وجدانِ انورؒ کا وارث
کہاں وہ مُعلّم، کہاں وہ مُربی کہاں علم و بُرہانِ انورؒ کا وارث
کہاں ہے وہ زاہد وہ محسن ہمارا کہاں زہد و احسانِ انورؒ کا وارث
کہاں وہ علومِ نبوت کا حامل کہاں عہد و پیمانِ انورؒ کا وارث
کہاں ہے وہ مرشد، کہاں ہے وہ مصلح کہاں رُشد و فیضانِ انورؒ کا وارث
کہوں اذن گر ہو کہاں وہ مجدّد! وہ یاقوت و مرجانِ انورؒ کا وارث
کہاں ہے فراست تھی جس کی مُسلّم کہاں عقل و ایقانِ انورؒ کا وارث
کہاں وہ مدبر جو تھا سب کا قائد! کہاں ہے جو تھا شانِ انورؒ کا وارث
کہاں ہے وہ "ربوہ" کا پامردِ فاتح! رہے وہ دبستانِ انورؒ کا وارث
گیا ہے کہاں وہ تھے جس پہ فدا ہم وہ مشفق جو تھا کانِ انورؒ کا وارث
ملا ہے خدا سے وہ عاشق خدا کا وہ عارف خیابانِ انورؒ کا وارث
ہے ماتم کناں اب یہ ملّت ہماری اٹھا جب سے فیضانِ انورؒ کا وارث
وہ خُلد آشیاں ہو گیا، سب کا قاید وہ "یوسف" قلمدانِ انورؒ کا وارث

جو تھا عاشق سیدالمرسلینؐ
شفاعت! وہ عرفانِ انور کا وارث

۱؎ اس سے مراد امام العصر سید علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمت اللہ علیہ ہیں، حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ان کے مایۂ ناز تلامذہ میں ہے۔ ۱۲ منہ۔



ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور

جلد نمبر ۲۱ شمارہ نمبر ۱۱

جمعۃ المبارک ۷ ربیع الثانی، ۱۷ مارچ ۷۸ء

سرپرست
مولانا عبید اللہ انور

مدیر
اکرام القادری

مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدل اشتراک
سالانہ ۴۵ —— روپے
ششماہی ۲۳ —— روپے
سہ ماہی —— ۵۰. ۱۱ روپے
فی پرچہ
ایک روپیہ

اداریہ

ججوں کی اقامت گاہوں پر فائرنگ

لاہور ہائی کورٹ کے تین ججوں مسٹر جسٹس زکی الدین پال، مسٹر جسٹس گلباز خان اور مسٹر جسٹس آفتاب حسین کی اقامت گاہوں پر گنجی دیدہ دلیرانہ اور شرمناک واردات اخبارات میں آچکی ہے اور اس سلسلے میں مقدمات بھی درج کر دیئے گئے ہیں۔ اب تحقیق و تفتیش کے مراحل طے ہوں گے تو حقیقت حال واضح ہو گی کہ اس فائرنگ میں کس کا ہاتھ ہے اور یہ فائرنگ کس کی شہ دماغی کا شاخسانہ ہے۔

ججوں کی اقامت گاہوں پر حالیہ فائرنگ ایک ہی کار میں سوار تین افراد نے کی ہے اور خاص اس موقع پر کی ہے جبکہ نواب محمد احمد خان کے مقدمہ قتل کی سماعت مکمل ہو چکی ہے۔ عدالت نے اپنا فیصلہ محفوظ رکھا ہے اور جلد ہی فیصلہ سنایا جانے والا ہے اور اس مقدمہ کے سب سے بڑے ملزم سابق وزیر اعظم پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو ہیں اور مذکورہ جج صاحبان اس فل بنچ میں شامل ہیں جس نے نواب محمد احمد خان کے مقدمہ قتل کی سماعت کی ہے۔

اس پس منظر میں یہ بات کہے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ یہ فائرنگ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت جج صاحبان کو خوفزدہ کرنے کے لئے کی گئی ہے اور ایک سیاسی پارٹی کے درکروں نے اپنی پارٹی کے رہنماؤں کی ہدایات کے مطابق کی ہے۔ قومی حلقوں کی طرف سے بھی اسی قسم کے شبہات کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

ججوں کی اقامت گاہوں پر فائرنگ کے اس افسوسناک واقعہ سے ایک مرتبہ پھر یہ حقیقت واضح ہو گئی ہے کہ سابق حکومت نے اپنے دور میں کس قدر اعلیٰ عدالتوں کا احترام کیا اور عدلیہ کی آزادی کا ڈھنڈورا پیٹنے کے باوجود کہاں تک عدلیہ کو آزادانہ کام کرنے کے مواقع فراہم کئے۔

مسٹر بھٹو نے اپنے دور اقتدار میں جس طرح سے انصاف کے ایوانوں کو مفلوج اور پامال کرنے کی کوشش کی تھی وہ اب کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں رہی بلکہ تاریخ کا حصہ بن چکی ہے۔ وہ اپنے چھ سالہ دور اقتدار میں مختلف حربوں اور گوناگوں ہتھکنڈوں سے یہی کوشش کرتے رہے ہیں کہ ان کی ذات کے مقابلہ میں کسی فرد کو اور ان کی جماعت کے مقابلہ میں کسی جماعت کو انصاف کے ایوانوں تک رسائی حاصل نہ ہو اور اگر قانون انصاف کے ایوانوں تک پہنچنے کی گنجائش کسی بھی فرد یا جماعت کو مہیا کرتا ہو تو اس قانون ہی کو کالعدم قرار دے دیا جائے۔

حتیٰ کہ اس دور نا پرساں میں یہاں تک کیا گیا کہ اگر کسی جج نے جرأت رندانہ سے کام لیتے ہوئے قانونی تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کی تو اسے بھی پابند سلاسل کر دیا گیا۔ سانگھڑ کا واقعہ ہمارے اس دعوے پر شاہد عدل ہے۔ قانون کے مطابق فیصلوں کی پاداش میں تبادلے اور برطرفیاں تو اس دور آمریت کی روزمرہ تھیں۔

آج اگرچہ پیپلز پارٹی اپنے اعمال بد کی پاداش میں محروم اقتدار ہو چکی ہے مگر اوپر سے لے کر نچلی سطح تک ذہنیت وہی کارفرما ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ بھٹو ایک ملزم کی حیثیت سے مقدمات کے گرداب میں ہے اور اس میں یہ سکت نہیں ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق قانون بنا کر اپنی ذات کو تحفظ فراہم کرے مگر طریق کار میں بھی وہی چنگیزی حیلے کارفرما ہیں۔

اگر نام نہاد قوانین کے ذریعہ عدالتی اختیارات کو پامال کرنے کی راہ مسدود ہے تو کم از کم جج صاحبان کی اقامت گاہوں پر فائرنگ کر کے تو بزعم خود سراسیمگی پھیلائی جا سکتی ہے۔ مگر ہم واشگاف الفاظ میں

یہ کہیں گے کہ بھٹو کے مفاد پرست اور بھاڑے کے پرستار خواہ کوئی ساحر بہ استعمال کریں اب بھٹو مکافاتِ عمل سے نہیں بچ سکتا۔

آخر میں ہم موجودہ حکومت سے یہ مطالبہ کریں گے کہ وہ اس شرمناک فائرنگ کے ذمہ دار افراد کو پکڑ کر کیفرِ کردار تک پہنچائے اور صرف انہی تین افراد اس فائرنگ کا ذمہ دار نہ ٹھہرائے جو براہ راست اس میں ملوث ہیں بلکہ ان پردہ نشینوں کی بھی کھوج لگانے میں پوری تندہی سے کام لے جن کے ایما اور ہدایت پر یہ واقعہ نافرجام ہوا۔

اگر اس سلسلے میں کسی مصلحت اور تساہل سے کام لیا گیا تو اس قسم کے عادی مجرموں کا تدارک مشکل ہو جائے گا اور پھر جو نتائج برآمد ہوں گے وہ کوئی امر مخفی نہیں۔

سماج دشمن عناصر کی سرکوبی

ایک اخباری خبر کے مطابق پنجاب میں امن عامہ کی صورت حال کو بہتر بنانے کے لئے سماج دشمن عناصر کے خلاف بڑے پیمانے پر ایک مہم کا آغاز کیا جانے والا ہے۔ پولیس نے اس سلسلہ میں ضروری اقدامات مکمل کر لئے ہیں اور چند روز میں اس مہم کو مربوط طریقہ پر شروع کر دیا جائے گا۔ پنجاب کے انسپکٹر جنرل پولیس حاجی حبیب الرحمٰن صاحب اس مہم کی خود نگرانی کریں گے۔ آئی جی پنجاب کی طرف سے تمام ڈویژنوں کے ڈی آئی جی پولیس کو ہدایت کر دی گئی ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں سماج دشمن عناصر کی سرکوبی کے لئے پروگرام تیار کریں۔

نظر بظاہر یہ خبر ایک خوش آئند خبر ہے۔ اس پروگرام اور اس مہم کی افادیت اور اہمیت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا خصوصاً موجودہ دور میں امن عامہ کی دن بہ دن بگڑتی ہوئی صورتِ حال کے پیش نظر اس مہم کی اہمیت چند در چند ہو جاتی ہے۔ عام شہریوں کے لئے اپنی عزت و آبرو اور مال و جان کی حفاظت جتنی موجودہ دور میں عقدۂ لاینحل بنی ہوئی ہے اس سے پہلے کبھی نہ تھی۔

اس کی ایک وجہ تو سابقہ حکمراں پارٹی کے دور میں پارلیمانی اداروں کی مکمل تباہی اور غنڈہ عناصر کی بے پناہ حوصلہ افزائی ہے اور دوسری وجہ عبوری حکومت کا عوام سے براہ راست رابطہ نہ ہونا ہے۔ اس کے ساتھ ہی بیوروکریسی کی من مانی کارستانیاں اور منہ زوری بھی امن عامہ کے لئے مسئلہ بنی ہوئی ہے۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی اب کسی سے پوشیدہ نہیں رہی کہ ایک سیاسی جماعت اپنے وجود کا احساس برقرار رکھنے کے لئے غنڈہ عناصر میں ان گنت روپیہ تقسیم کر کے ان کے ذریعہ کچھ ایسے کار ہائے نمایاں سرانجام دینا چاہتی ہے جن سے عوام میں عدم تحفظ کا احساس ابھر آئے اور خوف و ہراس کی فضا پورے ملک میں چھا جائے۔ مقصد اس کھڑاگ کا یہ ہے کہ موجودہ عبوری حکومت کو اس حد تک ناکام کر دیا جائے کہ لوگ پیپلز پارٹی کے چھ سالہ دورِ استبداد اور ظلم و جبر کو غنیمت سمجھنے لگیں۔

حالیہ صورت حال کے پیش نظر ہماری نظر میں سماج دشمن عناصر کے خلاف پنجاب میں بڑے پیمانے پر مہم کا آغاز کرنا ایک بروقت اور قابلِ تحسین قدم ہے لیکن اس مہم کو اسی وقت ایک کامیاب اور بامقصد مہم قرار دیا جائے گا جب اس کے مثبت اور خوشگوار نتائج عوام براہ راست محسوس کرنے لگیں گے ورنہ تو ادوارِ سابقہ میں بھی اسی قسم کے پروگرام بنتے رہے ہیں اور اس نوعیت کے احکام صادر ہوتے رہے ہیں۔

غنڈہ اور سماج دشمن عناصر کی سرکوبی کر کے اگر حکومت امن عامہ کی بگڑتی ہوئی صورتِ حال کو ردبہ اصلاح لانا چاہتی ہے اور عوام کے عدم احساس تحفظ کو ختم کرنا چاہتی ہے تو اس کے لئے حکومت کو سماج دشمن عناصر کی سرکوبی کے ساتھ ساتھ ان خفیہ اور علانیہ سرپرستوں کی بھی سرکوبی کرنا ہوگی اور ان کونوں کھدروں کو تلاش کرنا ہوگا جہاں سے یہ عنصر راتب حاصل کرتا ہے اور اسے اشیرباد ملتی ہے۔ اگر حکومت ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے اور کسی بڑے سے بڑے آدمی کی سفارش کو اس عنصر کے معاملے میں پذیرائی نہیں بخشتی تو یہ مہم مہینوں میں نہیں دنوں میں سر کی جا سکتی ہے، اور اس کے نتائج بھی دیرپا اور مثبت مرتب ہو سکتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ سماج دشمن عناصر پنجاب تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ پورے ملک میں یہ گروہ نابکار پھیلا ہوا ہے اور کوئی صوبہ بھی اس عنصر کے متعفن وجود سے خالی نہیں خصوصاً سندھ میں اس عنصر نے جو ادھم مچایا ہوا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں، لہٰذا اس مہم کا آغاز ملکی سطح پر ہونا چاہیئے اور بھرپور۔

پپو کے قاتلوں کو سزائے موت

خصوصی فوجی عدالت نے بارہ سالہ بچے اعجاز احمد عرف پپو کے مقدمۂ قتل کا فیصلہ سناتے ہوئے اس بہیمانہ اور دلدوز قتل کے تین مجرموں بشیر عالم، محمد حنیف اور افراق احمد کو سزائے موت کا حکم سنایا اور تین دوسرے مجرموں سفیر، رب نواز اور نثار کو سات سے دس سال تک کی قید بامشقت کی سزا دیئے جانے کا فیصلہ کیا۔

ان مجرموں نے گذشتہ سال دسمبر میں اعجاز احمد عرف پپو کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کے بعد جس بہیمانہ طریقے سے قتل کیا تھا اس سے نہ صرف پپو کے والدین ہی کے گھر کا چراغ گل ہو گیا تھا بلکہ عام شہری اپنے بچوں کے معاملے میں انتہائی خوف و ہراس میں مبتلا پائے جاتے رہے ہیں، حتّٰی کہ والدین اپنے جگر گوشوں کے تعلیمی اداروں میں آنے جانے کی بھی نگرانی کرنے لگے۔

اور پھر اس اغوا اور قتل کے بعد جس طرح سے اغوا اور قتل کا سلسلہ شروع ہوا اس سے ایک عام دہشت کی فضا پیدا ہو جانا منطقی امر تھا۔ کراچی میں معصوم خورد سال بچی ترنم کے اغوا اور قتل کی واردات اور اسی طرح کے دیگر واقعات نے پورے ملک کو تشویشناک حد تک فکر و اضطراب میں مبتلا کر دیا۔ ابھی حال ہی میں جمعیۃ علماءِ اسلام ملتان کے رہنما ملک عطاء اللہ کے بچے کا اغوا کر لئے جانے کی دیدہ دلیرانہ اور دن کی روشنی میں کوشش بھی اخبارات میں آ چکی ہے۔

اس قسم کے واقعات کی روک تھام کے لئے عوام کڑی سے کڑی سزائیں دینے کا مطالبہ کر رہے تھے اور حکومت بھی اپنے طور پر فکرمند تھی۔ خصوصی فوجی عدالت کے حالیہ فیصلے سے ایک بار پھر امید کی کرن عوام میں روشن ہو گئی اور آئندہ نہ ہی کسی کو اس قسم کی بربریت اور بہیمیت کی جرأت ہو گی۔ اگر دیگر قومی اور اخلاقی مجرموں کے بارے میں اس نوعیت کے عبرت انگیز فیصلے ہوتے رہے تو جرائم کی بڑھتی ہوئی رفتار کو روکنے کے امکانات پیدا ہو سکتے ہیں۔

محکمہ تعلیم بلوچستان کی دھاندلی

پرنالہ وہیں کا وہیں رہا



ایک پرانی خبر:

۲۳ جون ۱۹۷۶ء کو ڈویژنل انسپکٹر آف سکولز مرزا نصر اللہ خان (جو کہ مرزا طاہر محمد خان سابق وزیر اطلاعات ڈپٹی چیئرمین سینٹ کے چچا ہیں) نے اپنی حیثیت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے۔ اپنے اختیارات کا غلط طور پر استعمال کر کے "سینٹ مائیکل سکول" (جو کہ عیسائی مشنری کے زیر اہتمام ہے) کے معلم اسلامیات کا صرف مذکورہ سکول کے پرنسپل کو خوش کرنے کے لئے ٹرانسفر کیا۔ قارئین حیران ہونگے کہ یہ تو ایک معمولی کارنامہ ہے اور اس کو کیوں اہمیت دی جا رہی ہے۔ جواباً عرض ہے کہ تفصیل پڑھ کر آپ اپنی رائے بدل دیں گے کہ بات صرف ٹرانسفر کی نہیں بلکہ ......؟؟ تو ہاں یہ قصہ ہے مولانا عبدالقادر صاحب ڈیروی کا۔ جو کہ جلتن مارکیٹ چھاؤنی کی جامع مسجد میں خطیب ہیں۔ شخصیت عجیب ہے۔ سمجھنے میں کچھ دقت تو ہوتی ہے مگر بے تکلف ہونے کے بعد کچھ اور راز کھلتے ہیں۔ ڈیروی صاحب سے یوں تو علیک سلیک تھی مگر تحریک کے دوران انہیں سمجھنے کا موقعہ ملا اور ان کے حالات سے بھی آگاہی ہوئی۔ اب مارچ ۱۹۷۸ء میں ان کا پرانا پیچیدہ کیس پھر تازہ ہوا ہے۔ ان کی ہی زبانی ان کی کہانی پیش خدمت ہے۔ پڑھیئے اور فیصلہ کیجئے کہ یہ صرف ان کا مسئلہ ہے یا کہ پورے ملک کے مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ ہے؟ کیا اس وقت ڈیروی صاحب کو یہ کہہ کر ٹرخا دینا چاہیئے کہ جی یہ تو معمولی ٹرانسفر ہے؟ یا پھر محکمہ تعلیم بلوچستان کے ارباب حل و عقد سے پوچھنا چاہیئے کہ آخر ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اور کس کے ایما پر ہو رہا ہے؟؟؟

بات طویل ہو گئی۔ ڈیروی صاحب ۲۱ اگست ۱۹۶۷ء کو سینٹ مائیکل سکول میں بطور معلم اسلامیات ملازم ہوئے۔ پانچ سال تک وہ تندہی سے اپنے فرائض انجام دیتے رہے اور اس وقت تک ان کی ملازمت عارضی تھی کیونکہ عیسائی مشنری سکولوں میں پہلے پہل تقرری عارضی کی جاتی ہے اور پرکھنے کے بعد پھر مستقل۔ بہرحال ڈیروی صاحب ۱۹۷۲ء میں مستقل قرار دیدیئے گئے۔ اس وقت کے پرنسپل مسٹر تھین مولانا کی قابلیت اور تدریسی خدمات کے معترف تھے، مگر اسی اثنا میں ان کی جگہ موجودہ پرنسپل صاحب آوارد ہوئے جو کہ مذہبی لحاظ سے متعصب اگر [illegible] اخلاق باختہ ذہنیت کے لحاظ سے منتقم المزاج ہیں اور ماشاء اللہ اپنی برادری میں اس لحاظ سے مشہور و معروف ہیں۔ ان کی اپنی برادری کے لوگوں کی لکھی ہوئی چند تحریروں سے انکے "۴۲۵" ہونے کا ثبوت ملجاتا ہے۔ اس کے علاوہ ان کے خلاف مقامی سول عدالت میں "مسز انوسنٹ" اور مارشل لاء کورٹ میں کئی سٹاف ممبروں نے مقدمات قائم کئے ہوئے ہیں۔ میرے خیال میں اتنا تعارف کافی ہوگا۔ اگرچہ ڈیروی صاحب کا اصرار ہے کہ کچھ اور بھی ہو۔ قصور ڈیروی صاحب کا یہ ہے کہ انہوں نے عیسائی مشنری اسکول میں ملازم ہونے کے باوجود دائرہ رہبر ترقی و بہبود مسیحی لٹریچر۔ کراچی کی طرف سے شائع شدہ ایک کتاب (جس میں اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے خلاف بیہودہ نازیبا باتیں تھیں) بنام "بجواب عیسائی مشنری سے ملاقات" جس کے مصنف بی ایم ڈکٹر ہیں جو کہ مذکورۂ بالا ادارے کے مہتمم اعلیٰ ہیں۔ اس کتاب کے جواب میں مولانا ڈیروی صاحب نے ایک کتاب "حقیقی نجات" لکھ ڈالی۔ اب آپ اندازہ لگا لیں کہ سینٹ مائیکل سکول کے پرنسپل کے نزدیک یہ جرم قابل معافی ہو سکتا تھا۔ آپ کا جواب نفی میں ہوگا اور ہونا بھی چاہیئے کیونکہ اس پر ڈیروی صاحب کو آج تک اتنے پاپڑ بیلنے پڑ رہے ہیں۔ یہ بات اگرچہ پرنسپل صاحب کے لئے ناقابل برداشت تھی مگر ایک اور واقعہ رونما ہوا۔ وہ یہ کہ مذکورۂ پرنسپل نے مسلمان بچوں، بچیوں پر عیسائی مذہب کے نشانات سکول "بیجوں" کے ذریعہ ٹھونسنے کی کوشش کی کہ مسلمانوں کے بچے اور بچیاں صلیب ایسے بیج لگائیں جس کی ڈیروی صاحب نے بھرپور مخالفت کی۔ [illegible] جبکہ ڈپٹی کمشنر کوئٹہ نے مولانا کے حق میں فیصلہ دیا اور پھر مرزا نصر اللہ سے مولانا عبدالقادر ڈیروی کے ٹرانسفر کا آرڈر کروایا گیا۔ یہاں یہ بات واضح کر دوں کہ سینٹ مائیکل سکول چونکہ ایک پرائیویٹ ادارہ تھا اور مولانا اس پرائیویٹ ادارہ کے پرائیویٹ ملازم تھے۔ صرف اس بنا پر کہ معلم اسلامیات کی تنخواہ محکمہ تعلیم بطور امداد دیتی ہے۔ مولانا کے ٹرانسفر کے غیر قانونی احکامات صادر کر دیئے گئے۔ مولانا ڈیروی نے ناظم تعلیمات بلوچستان جناب خلیل صدیقی کے ہاں اپیل کی تو انہوں نے ڈویژنل انسپکٹر مرزا نصر اللہ خان کے اس آرڈر کو بے ضابطہ قرار دیا اور تبادلہ منسوخ کر دیا۔ لیکن "سینٹ مائیکل سکول" کے پرنسپل نے ڈائریکٹر صاحب کا حکم ماننے سے صریحاً انکار کیا یکے بعد دیگرے ناظم تعلیمات نے چار آرڈر کئے مگر پرنسپل مسٹر نکلس دیکاس نے توہین آمیز انداز میں یہ احکام ماننے سے بھی انکار کیا تو معاملہ اس وقت کے سیکرٹری ایجوکیشن مسٹر سکندر بخش جمالی کے ہاں گیا (سکندر بخت جمالی سابق وفاقی وزیر تاج محمد خان جمالی کے بھائی ہیں) لیکن اسی اثنا میں سینٹ مائیکل سکول کے پرنسپل نے پیپلز پارٹی کے ایم۔ این۔ اے بشیر مسیح کو ساتھ لے کر سیکرٹری تعلیم

باقی صفحہ ۷ پر

صدر محمد داؤد کا کامیاب دورہ

ہمارے برادر ہمسایہ ملک افغانستان کے سربراہ سردار محمد داؤد پاکستان کا چار روزہ دورہ مکمل کر کے اپنے وطن واپس روانہ ہو گئے ہیں۔ افغان سربراہ کا پاکستان میں جس گرمجوشی اور محبت کے ساتھ خیر مقدم ہوا ہے اس سے ان عناصر کو بہت دکھ ہوا ہو گا جو ایک طویل عرصہ سے ان دو عظیم برادر ملکوں کے درمیان برادرانہ تعلقات کو پھلتا پھولتا نہیں دیکھنا چاہتے اور جنہوں نے قیام پاکستان کے بعد تیس برس تک ان تعلقات میں رخنے ڈالنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔

دراصل ہماری بدقسمتی سے پاکستان بننے کے فوراً بعد وزارت خارجہ کا قلمدان سر ظفر اللہ خان کے سپرد ہوا جن کے پیشوا خود ساختہ نبی مرزا غلام احمد قادیانی کے قاصدوں کو خود افغان حکمران شرعی احکام کے مطابق کیفر کردار تک پہنچا چکے تھے اور اس غیرت مندانہ ضرب کی یاد ظفر اللہ خان اور ان کے رفقاء کے دلوں میں بھڑک رہی تھی۔ اس لئے افغانستان کے ساتھ تعلقات کا آغاز ہی غلط ہاتھوں سے ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

؎ خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

کے مصداق پاکستان اور افغانستان کے باہمی تعلقات میں بھائی چارے اور بے تکلفی کا وہ رنگ پیدا نہ ہو سکا جو دو پڑوسی اور مسلمان ملکوں کے تعلقات میں ہونا چاہئیے۔ مفاد پرست لوگوں نے دونوں ملکوں کے درمیان غلط فہمیوں کی دیوار کھڑی کر دی اور اسے بلند سے بلند تر کر دینے کی مساعی جاری رہیں۔

عبوری حکومت کے سربراہ جنرل محمد ضیاء الحق مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے خارجہ پالیسی کی گھسی پٹی لائنوں پر چلنے کی بجائے افغانستان کے ساتھ تعلقات کو حقیقت پسندی کی نگاہ سے دیکھا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج دونوں ملکوں کے سربراہ بھائیوں کی طرح مل بیٹھ کر اپنے تعلقات اور تنازعات پر گفت و شنید کر رہے ہیں اور یہ امید پیدا ہو چلی ہے کہ غلط فہمیوں کی مصنوعی دیوار رفتہ رفتہ اپنے منطقی انجام کا شکار ہو رہی ہے۔

افغانستان صرف ہمارا پڑوسی اور مسلمان ملک ہی نہیں بلکہ مذہب کے ساتھ والہانہ محبت اور نام رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کٹ مرنے کے مثالی جذبہ میں بھی وہ اپنے پاکستانی بھائیوں کے ساتھ شریک ہے۔ اس لئے باہمی تعلقات کے باب میں اس مثبت پیش رفت پر ہر پاکستانی نے اطمینان کا سانس لیا ہے اور اپنے دل میں مسرت کی لہر محسوس کی ہے۔ اللہ تعالیٰ راہِ محبت کے ان دو راہیوں کو نظر بد سے بچائے۔ آمین یا الہ العالمین۔

نوائے وقت اور اسلامی جمہوریہ

لاہور کے مؤقر ہفت روزہ "اسلامی جمہوریہ" میں شائع ہونے والی ایک ہندو مصنف ایم۔او۔ متھائی کی کتاب آجکل صحافتی حلقوں میں زیر بحث ہے جس میں مولانا ابوالکلام آزادؒ پر شراب نوشی اور شراب کے نشے میں "انڈیا ونز فریڈم" لکھنے کا الزام عائد کیا گیا ہے۔

یہ پہلا موقع ہے کہ مولانا ابوالکلام آزادؒ کے کردار کے بارے میں کوئی منفی بات کہی گئی ہے ورنہ اس سے قبل مولانا آزادؒ کے سیاسی نظریات و افکار اور طرز عمل سے شدید ترین اختلاف رکھنے والوں نے بھی ان کی علمیت، ذہانت اور پختگیٔ کردار کا اعتراف کیا ہے۔

مولانا آزادؒ نہ تو فرشتہ ہی نہ نبی کہ انہیں انسانی کمزوریوں سے مبرّا اور معصوم قرار دے دیا جائے۔ ایک انسان کی حیثیت سے بلاشبہ وہ بھی اپنے دامن میں فطری کمزوریوں اور کوتاہیوں کو سمیٹے ہوئے تھے مگر ان کی بے پناہ خوبیوں نے کمزوریوں کو ڈھانپ رکھا تھا اور وہ کمزوریاں ایسی نہیں تھیں جو ان کی خوبیوں کا چہرہ داغدار کر سکیں۔ مولانا آزادؒ نے اپنی زندگی اسی معاشرہ میں گذاری ہے اور کسی خلوت کدے میں نہیں بلکہ ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگوں نے انہیں اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، چلتے پھرتے اور زندگی کے معمولات ادا کرتے دیکھا ہے۔ ان میں سے کسی نے تو بھی انہیں جام و سبو سے کھیلتے اور نشہ سے لڑکھڑاتے نہیں دیکھا پھر ایم۔او۔ متھائی نے اپنی کتاب میں مولانا آزادؒ کے عزم و استقلال اور کردار کی مضبوطی کا نقشہ کھینچا ہے وہ خود متھائی کے الزام کی تردید کرتا ہے۔ اس کا کہنا ہے:

۱۔ مولانا آزادؒ کابینہ کے واحد وزیر تھے جو نہرو کی ہر بات نہیں مانتے تھے۔

۲۔ اسرائیل کو تسلیم کرنے سے نہرو کو مولانا آزادؒ ہی نے باز رکھا اور عربوں کے ساتھ برادرانہ تعلقات کی بنیاد رکھی۔

۳۔ ان کی کوشش ہمیشہ زیادہ سے زیادہ نشستوں پر مسلمانوں کو کامیاب کرانے کی رہتی۔

متھائی کے ان اعتراضات کو سامنے رکھ کر اسی کسوٹی پر شراب نوشی کے الزام کو پرکھ لیجئے کہ ہندو وزیراعظم سے ہندو اکثریت والی کابینہ میں اپنے فیصلے تسلیم کروانے والا شخص شراب نوشی میں کس طرح دھت رہتا ہو گا کہ شراب تو عزم و کردار کو کھوکھلا کر دیتی ہے۔

بہرحال کروڑوں انسانوں اپنوں اور پرایوں میں کھلی کتاب کی طرح زندگی گذارنے والے اس عظیم المرتبت امام کے بارے میں ایک اور صرف ایک متھائی کی شہادت ناقابل قبول اور مردود ہے جسے عقل و نقل کا کوئی معیار اور کوئی کسوٹی قبول کرنے کو تیار نہیں۔

اس ضمن میں ہم اپنے معاصر اہل قلم کے ردعمل کے بالکل برعکس "اسلامی جمہوریہ" کے ایڈیٹر جناب مجیب الرحمٰن شامی کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے امام الہند مولانا ابوالکلام آزادؒ کی عظمتِ کردار اور عزم و استقامت کے بار بار تذکرہ کے لئے ایک اور بہانہ فراہم کر دیا کہ

؎ یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

اس کے ساتھ ہی ہم معاصر روزنامہ نوائے وقت کا ذکر بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ اس نے پاکستان کے حامیوں اور مخالفوں کے درمیان تفریق کو (غالباً سات پشتوں تک) قائم رکھنے کی قسم کھا رکھی ہے۔ پاکستان بن گیا۔ اس کے بنانے والی نسل اپنی ذمہ داریاں دوسری نسل کے سپرد کرنے میں مصروف ہے اور مخالفت کرنے والے بھی اب دنیا میں خال خال ہیں۔ ایک نئی نسل ماضی کے حامیوں اور مخالفوں سے بے نیاز ہو کر مشترکہ طور پر اپنی منزل کی طرف آگے بڑھ رہی ہے مگر نوائے وقت ہے کہ اس کا کام تیس سال پہلی تفریق کو زندہ رکھنے اور نئی نسل میں اس کے جراثیم چھوڑنے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ نوائے وقت کو ایک قومی اور آزاد اخبار ہونے کا دعویٰ ہے مگر اسے یہ علم نہیں کہ قومی اخبار کا کام گڑے مردوں کو اکھاڑنا اور ماضی کی تلخیوں کو کریدنا نہیں ہوتا بلکہ معاشرہ میں اس کی ذمہ داری تلخیوں اور نفرتوں کو لپیٹ کر قومی وحدت اور یکجہتی کو فروغ دینا ہوتی ہے مگر یوں محسوس ہوتا ہے کہ نوائے وقت میں ایک اچھا خاصا عنصر افتراق انگیزی اور نفرت کو ہی "نور بصیرت" قرار دیے ہوئے ہے۔

ابھی حال ہی میں نوائے وقت کے صفحات پر شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے ایک مقالہ "متحدہ قومیت اور اسلام" کا جواب قسط وار شائع ہوا ہے جو چوہدری غلام احمد پرویز کے معروف جریدہ "طلوع اسلام" کے کسی سابق قلمکار نے تحریر کیا ہے۔

اگر اس جواب کی اشاعت کا مقصد علمی تحقیق ہے تو دیانتداری کا تقاضہ یہ تھا کہ جواب شائع کرنے سے پہلے اصل مقالہ انہی صفحات پر شائع کیا جاتا تاکہ اہل علم دونوں کو سامنے رکھ کر موازنہ کر سکتے۔ مگر یہاں تو مقصد ہی کچھ اور ہے اور اس "کچھ اور" کے لئے نوائے وقت نے اپنے تمام تر وسائل وقف کر رکھے ہیں اس لئے ہم "نوائے وقت" کے کارپردازان سے صرف یہ گذارش کریں گے کہ اگر وہ "نوائے وقت" کو واقعی ایک قومی اور آزاد اخبار سمجھتے ہیں تو پھر نئی نسل کو ماضی کی تلخیوں میں دھکیلنے کی بجائے اسے باہمی رواداری اور قومی جذبے کے ساتھ اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے دیں بلکہ اس کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی کریں کہ قومی اور آزاد اخباروں کا یہی شیوہ ہوتا ہے۔

گھر بیٹھے تنخواہ:

ایک اخباری اطلاع کے مطابق میلسی ضلع وہاڑی کے نواحی گاؤں چھتانی کی دو استانیاں جوان ٹرینڈ ہیں کسی ڈیوٹی کے بغیر کافی عرصہ سے گھر بیٹھے تنخواہ وصول کر رہی ہیں اور اب محکمہ نے لوگوں کی شکایت پر انکوائری شروع کی ہے۔ واللہ اعلم یہ خبر کہاں تک مبنی بر حقیقت ہے مگر گذشتہ "عوامی دور" میں اکثر یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ حکمران پارٹی نے اپنے ورکروں کو "ازراہ شفقت" کسی ڈیوٹی کے بغیر مختلف محکموں (زیادہ تر محکمہ تعلیم) میں کھپا رکھا تھا جو تنخواہ سرکاری خزانے سے وصول کرتے اور کام شب و روز پارٹی کا کرتے تھے۔ ممکن ہے مذکورہ بالا خبر کا پس منظر بھی یہی ہو اور اگر وسیع پیمانے پر تحقیقات کی جائے تو ہر ضلع میں اس قسم کی درجنوں مثالیں دیکھنے میں آئیں گی۔

اس لئے ہم عبوری حکومت سے گذارش کرتے ہیں کہ عمومی احتساب کے دوران زندگی کے مختلف شعبوں اور متعدد قومی اداروں میں بھٹو حکومت کی بدعنوانیوں اور دھاندلیوں کی انکوائری کے ساتھ ساتھ مسئلہ کے اس رخ پر بھی غور کیا جائے اور مناسب چھان بین کے بعد گھر بیٹھے تنخواہ وصول کرنے والے کارکنوں کو نہ صرف برخواست کر دیا جائے بلکہ انہیں اس مقام تک پہنچانے والوں کے خلاف بھی سرکاری خزانہ کو ضائع کرنے کے سلسلہ میں مؤثر کارروائی کی جائے۔

موت ہی موت:

روزانہ اخبارات کو اٹھائیں تو آپ کو موت ہی موت کی خبریں نظر آئیں گی۔ گاڑیوں کی ٹکریں۔ ٹرک بس کی ٹکر۔ کار ٹرک کی ٹکر۔ ریل و بس کی ٹکر۔ الغرض ٹکر ہی ٹکر۔ آدمی مرتے ہیں زخمی ہوتے ہیں۔ کسی کا بازو کٹتا ہے کسی کی ٹانگ کٹتی ہے۔ بہرحال مرنے والوں کے علاوہ زندہ رہنے والے بھی مر ہی جاتے ہیں۔

اس سلسلہ کا سنگین حادثہ حال ہی میں شاہدرہ میں پیش آیا۔ ریل کار بس سے ٹکرائی اور جو ہوا اس کو عوام نے دیکھ لیا سن لیا۔ زوال پذیر معاشرہ کے ٹیکسی اور رکشا ڈرائیوروں نے زخمیوں کو ہسپتال پہنچانے کے لئے منہ مانگے دام وصول کئے اور بعض بدبختوں نے کراہتے ہوئے سسکتے لوگوں کی جیبوں سے رقمیں نکالیں۔

ہم اس اور باقی حوادث میں مرنے والوں کے لئے رنجیدہ خاطر ہیں۔ رب العزت کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ انہیں اپنی رحمتوں سے نوازے اور ان کے درجات بلند کرے۔ نیز زخمیوں کی صحت کے لئے دعا گو ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جلد از جلد شفا دے۔ رہ گیا مسئلہ مجرموں کا تو محض ریلوے پھاٹک اور بس ڈرائیور تک مسئلہ محدود نہ رہنا چاہئیے بلکہ اصل اسباب کی تہہ تک جا کر ان کے ذمہ دار عناصر کو کڑی سزا ملنی چاہئیے۔

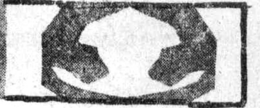
بقیہ: رازداں کے قلم سے

پر سیاسی اثر و رسوخ استعمال کیا تو سیکرٹری صاحب نے سارے احکامات واپس کر دیئے اور پرنالہ وہیں کا وہیں رہا۔ اس پر بلوچستان کے علماء پر مشتمل ایک نمائندہ وفد سیکرٹری صاحب سے ملا اور ان سے درج ذیل مطالبے کئے:۔

۱۔ مولانا ڈیروی کو فی الفور دوبارہ سینٹ مائیکل سکول میں بھیجا جائے۔

۲۔ پرنسپل مسٹر نکلس ویکاس کو ناپسندیدہ شخص قرار دے کر بلوچستان سے نکالا جائے کیونکہ ڈی سی صاحب نے خود اعتراف کیا ہے کہ اس کے خلاف کافی رپورٹیں موجود ہیں۔ اگرچہ میں اس کے خلاف کارروائی کر سکتا ہوں مگر بھٹو پالیسی کے تحت مجھے چیف سیکرٹری سے اور گورنر سے اجازت لینا ہوگا۔

سیکرٹری ایجوکیشن نے وفد کو دلاسا دیا کہ اب تحقیقات ہوں گی۔ اس کے بعد جب دیکھا گیا تو پرنالہ وہیں کا وہیں تھا۔ اب ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ اس عرصے میں ڈیروی صاحب کو تنخواہ بھی نہیں دی جا رہی ہے حالانکہ ان کی ملازمت کو دس سال سے زائد کا عرصہ ہوگیا ہے۔ اب مارچ کی آمد پر ڈیروی صاحب نے پھر دفاتر کا مارچ شروع کیا ہے۔ وہ اس بات پہ اڑے ہوئے ہیں کہ وہ پھر سینٹ مائیکل سکول میں ہی جاؤں گا اور ایک حد تک ان کی یہ بات درست ہے اور یہ عزم بھی قابل قدر۔ اب ماہ مارچ کی آمد پر میں نے سیکرٹری ایجوکیشن صاحب اول سے لیکر آخر تک یہ داستان سنکر بولے کہ میں سمجھا تھا کہ یہ معمولی پھوڑے پھنسی کا معاملہ ہے مگر اس "کینسر" کا علاج میرے پاس نہیں۔ تو شاید اب اس کی مسیحائی مارشل لاء حکام ہی کریں گے۔ ایک اور راز کی بات بتاؤں ... سینٹ مائیکل سکول ویسے بھی چھاؤنی کے علاقے میں ہے۔



محمد ادریس ہوشیارپوری

کیا حنیف رامے صاحب کا تجویز کردہ غیر جماعتی پارلیمانی نظام بجائے خود ایک بحران ثابت نہ ہوگا؟

مسلم لیگ کے سابق چیف آرگنائزر جناب حنیف رامے نے گذشتہ دنوں ایک پریس کانفرنس کے ذریعہ "موجودہ بحران کے حل" کیلئے ایک نسخہ کیمیا تجویز کیا ہے لیکن یہ نسخہ ان کی اپنی نظر تک تو اکسیر ہے مگر "مریض" اب نئے تجربات کا متحمل نہیں اس لئے قومی حلقوں کی طرف اس کو پذیرائی حاصل نہ ہو سکی۔ چند ایک سیاست دان جو کسی پارٹی ڈسپلن کے تحت نہیں چل سکتے یا پارٹی میں رہتے ہوئے ان کی رائے کا وزن نہیں ہوتا ایسے چند گنے چنے سیاست دانوں نے اس تجویز کا خیر مقدم کیا اور اب جبکہ وہ خود بھی مسلم لیگ سے نکل چکے ہیں تو سیاسی حلقوں کی توجہ اس تجویز کی طرف اور بھی کم ہو گئی۔ ان کی اپنی وقعت کم ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے پیش کردہ فارمولہ کو بھی نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

رامے صاحب کا مسلم لیگ سے اخراج کچھ ایسے نازک مرحلہ پر ہوا کہ "نہ پائے ماندن، نہ جائے رفتن" کا مصداق بن گئے۔ سیاسی حلقے بخوبی اس سے آگاہ ہیں کہ رامے صاحب موصوف نے اپنی ساری سیاسی زندگی کس جماعت کے ساتھ وابستہ رہ کر گزاری ہے۔ جس وقت موصوف نے قوم کو درپیش بحران کا حل تبلایا (جس کے متعلق ان کی توقعات بہت کچھ ذیادہ تھیں اور نتیجہ ان کی خواہش کے بالکل برعکس برآمد ہوا) اس وقت بھی وہ جماعت "مسلم لیگ" سے وابستہ تھے۔ رامے صاحب، پاکستان قومی اتحاد کے تمام راہنماؤں کو اتحادی جماعت میں ہونے کے باوجود "قول و فعل" کے متضاد لیڈر گردانا کرتے تھے لیکن صاحب بہادر نا معلوم اس وقت کس سوچ میں تھے کہ انہیں یہ بھی اندازہ نہ ہو سکا کہ میں فارمولا تو غیر جماعتی پیش کر رہا ہوں حالانکہ میں خود جماعت مسلم لیگ ہی میں نہیں بلکہ مسلم لیگ کے اتحاد میں شامل ہونے کی وجہ سے بہت سی سیاسی جماعتوں سے وابستہ ہوں۔ اس سے بڑا تضاد کیا ہوگا؟

رامے صاحب اتحاد میں شامل تھے اس لئے انکا اخلاقی فرض تھا کہ ان کی بات اتحاد کے پلڑے میں جاتی ہے۔ وہ اتحاد کے رہنماؤں سے اس بارے میں مشورہ کرنے کے بعد اتنا بڑا اقدام اٹھاتے؟

دراصل رامے صاحب جماعتی ڈسپلن کے خود قائل نہیں اور جماعتی ڈسپلن کو شاید "پرانی ذہنیت یا بالفاظ دیگر دقیانوسیت" قرار دیتے ہوں۔ اور بزعم خود چونکہ وہ بہت بڑے سیاسی شہسوار ہیں تو انہوں نے سمجھا کیوں نہ پوری قوم کو اس انقلاب کی طرف دعوت دوں جا بجا جماعتی وابستگیاں ختم ہو جائیں۔ رامے صاحب کی یہ دعوت فکر اس وقت درست ہوتی جب وہ قوم میں اتحاد اور وحدت فکر کو ختم کرنا چاہتے ہوں۔ ورنہ یہ بات واضح ہے کہ عوام میں ذہنی پختگی اور سیاسی شعور اس وقت تک پیدا ہونا ممکن نہیں جب تک کوئی سیاسی جماعت ان کی تربیت کی آماجگاہ نہ ہو۔ بہرحال رامے صاحب نے جو آخری تیر ترکش سے نکال کر دیو بحران کو مارنے کی ناکام کوشش کی وہ بھی خطا ہو گیا اور بحران کے اعصاب پر اس کا مثبت یا منفی کوئی اثر نہیں ہوا۔

اس سلسلہ میں یہ عرض کرنا بے جا نہ ہوگا کہ اس فارمولے کو پیش کرنے کے بعد رامے صاحب کو مسلم لیگ سے نکالنے کا جو فیصلہ کیا گیا وہ عین ان کی منشاء کے مطابق ہے ورنہ اس فارمولے کی دعوت فکر دینے میں کم از کم خود تو ضرور آڑے تھے۔ اللہ نے ان کا یہ عقدہ حل کر دیا۔

ذیل میں محترم رامے صاحب سے چند سوالات ہیں کہ اس مجوزہ فارمولے کو اپنانے کے بعد ہمارا مستقبل ان نتائج سے کس طرح مامون ہوگا؟ اور کیا غیر جماعتی پارلیمانی نظام بھی بجائے خود ایک بحران ثابت نہ ہوگا ــــ؟

۱۔ امیدواران اسمبلی چونکہ کسی سیاسی جماعت سے وابستہ نہیں ہوں گے تو لازمی امر ہے کہ ان کا کوئی منشور نہیں ہوگا تو بغیر منشور کے انتخاب کا مطالبہ کس حد تک درست ہے؟ کیا یہ بحران نہیں کہ ہم منشور کے بغیر انتخابات کے انعقاد کا مطالبہ کریں؟ سیاسی روایات اس بات کی کہاں تک اجازت دیتی ہیں؟

۲۔ منشور ہمارا قرآن ہے۔ آپ ہی کہتے ہیں کہ فقط نعروں سے کام نہیں چلتا۔ عوام کے مسائل حل کرنے کے لئے جب آپ نے کوئی پروگرام نہیں دیا پھر ووٹ مانگنے کا کیا جواز ہے؟

۳۔ جب نمائندگان اسمبلی بغیر پروگرام دیئے کامیاب ہو جاتے ہیں تو عوام کس بنیاد پر ان کا محاسبہ کریں کہ آپ نے یہ وعدہ کیا تھا وہ پورا نہیں ہوا؟ پھر جماعتیں ہی نہ ہوں گی تو محاسبہ کی صورت بھی کیا ہوگی؟

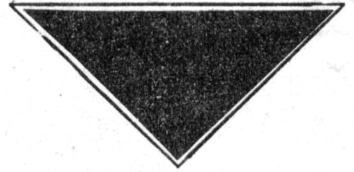
۴۔ اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ کامیاب نمائندہ عوام کے مفاد میں صحیح اقدام ہی اٹھائے جبکہ اس کو گرفت کرنے والی کوئی اجتماعی طاقت نہ ہوگی؟ اور وہ کسی کے بھی سامنے جوابدہ نہ ہوگا؟ بلکہ اپنے ذاتی فیصلوں میں آزاد ہوگا؟

۵۔ پارلیمانی نظام حکومت کے تحت ہم یہ تجربہ کر چکے ہیں کہ جماعتیں عوام میں اپنی قدر و منزلت اور اعتماد پیدا کرنے کے لئے عوامی اسکیموں میں از خود حصہ لیتی ہیں۔ جب جماعتیں نہ ہوں گی تو عوامی خدمت کا یہ جذبہ کس بنیاد پر ابھرے گا؟ اور بغیر جماعت و تنظیم کے یہ کام ممکن بھی کس طرح ہے؟ (حدیث شریف میں ہے اگر تم میں سے دو آدمی بھی سفر

جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے عہدیداروں کا دورۂ پنجاب

سیرت کانفرنسوں اور کارکنان جمعیۃ کے اجتماع

نظم شعبہ نشر و اشاعت جمعیۃ علماء اسلام پنجاب جانباز مرزا کی اجمالی رپورٹ



مرکزی جمعیۃ علماء اسلام کے فیصلے کے مطابق پنجاب جمعیۃ علماء اسلام کے عہدیداروں کا ایک وفد جس میں ناظم عمومی قاری نورالحق صاحب ایڈووکیٹ، مولانا غلام ربانی نائب صدر جمعیۃ علماء اسلام پنجاب، مولانا منظور احمد چنیوٹی ناظم جمعیۃ علماء اسلام پنجاب، مولانا محمد لقمان علی پوری ناظم جمعیۃ علماء اسلام پنجاب، سید امین گیلانی، حضرت مولانا احمد سعید لدھیانوی اور راقم شامل تھے۔

یہ وفد ۱۰ جنوری کو رحیم یار خان پہونچا۔ اس روز ظاہر پیر، صادق آباد، لیاقت پور میں اجتماع ہوتے رات کو تمام رہنما رحیم یار خان پہونچے اور سیرت کانفرنس کے اجلاس میں خطاب کیا۔ ۱۱ فروری کو یہ وفد جس میں مولانا غلام مصطفٰے بہاول پوری بھی شامل تھے، چنی گوٹھ، اُچ شریف، احمد پور شرقیہ سے ہوتا ہوا رات بہاولپور پہونچا۔ یہاں سیرت کانفرنس کے اجتماع میں خطاب کیا ۱۲ فروری کو یہ وفد خیر پور ٹامیوالی اور حاصل پور سے ہوتا ہُوا چشتیاں پہونچا۔ ورکروں کے اجتماع کے بعد ناظم عمومی نے پریس کانفرنس سے خطاب کیا اور رات کو سیرت کانفرنس سے خطاب کیا۔ ۱۳ فروری کو وہاڑی میں کارکنوں کا اجتماع ہوا اور رات کو سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتماع ہوا۔

۱۴ فروری کو وفد کے دو حصے کر دیئے گئے۔ ایک حصہ جس میں قاری نورالحق قریشی، مولانا احمد سعید مولانا محمد لقمان شامل تھے ملتان سے ہوتا ہوا خانیوال پہونچا' وفد کے اس حصہ میں مولانا منظور احمد چنیوٹی، جانباز مرزا اور مولانا غلام مصطفٰے شامل تھے رات خانیوال میں پہلے ورکروں کا اجتماع ہوا۔ بعد میں سیرت کانفرنس کا اجلاس ہوا جس میں ارکان وفد کے علاوہ امیر جمعیۃ علماء اسلام حضرت مولانا عبید اللہ انور نے بھی شرکت فرمائی۔ خانیوال میں حضرت الامیر کو استقبالیہ دیا گیا جس میں ضلع بھر کے معززین کے علاوہ تمام جماعتوں کے مقامی کارکنوں نے شرکت کی۔

۱۵ فروری کو یہ وفد ملتان سے ہوتا ہوا مظفر گڑھ پہنچا نماز ظہر کے بعد کارکنوں کا اجتماع ہوا، جس میں مولانا محمد لقمان، قاری نورالحق، جانباز مرزا، مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی نے خطاب کیا۔ بعد از نماز مغرب یہ وفد شہر سلطان پہونچا۔ یہاں پر رات کو سیرت کا اجلاس تھا جس میں مولانا منظور احمد چنیوٹی۔ قاری نورالحق، مولانا احمد سعید اور امین گیلانی نے خطاب کیا۔

۱۶ فروری کو وفد کے ارکان گوجرانوالہ پہونچے۔ ۱۷ فروری کو یہ قافلہ ڈسکہ سے ہوکر سیالکوٹ پہونچا اور ۱۸ فروری کو شیخوپورہ میں اجتماع ہوا۔ اور رات کو سیرت کا جلسہ۔ جمعہ کے روز یہ قافلہ فیصل آباد پہونچا ورکروں کے اجتماع سے نماز ظہر کے بعد خطاب ہوا اور رات شہر کی جامع مسجد میں سیرت کا اجلاس۔

۱۹ فروری کو یہ قافلہ کاروں کے ذریعہ چیچہ وطنی، ساہی وال سے ہوتا ہوا اوکاڑہ پہونچا۔ ظہر کی نماز کے بعد ورکروں کے اجتماع سے خطاب اور رات کو گول مسجد میں سیرت کانفرنس کا اجتماع ہوا جس میں وفد کے تمام اراکین نے شرکت کی۔

۲۰ فروری کو وفد قصور پہونچا، مقامی کارکنوں نے وفد کا استقبال کیا۔ نماز ظہر کے بعد چوہدری فضل حسین کے مکان پر قومی اتحاد کے کارکنوں کا بھرپور اجلاس ہوا جسے جانباز مرزا، نورالحق قریشی، مولانا منظور احمد چنیوٹی اور مولانا محمد لقمان، مولانا احمد سعید اور سید امین گیلانی نے خطاب کیا۔

۲۱ فروری کو جمعیۃ علماء اسلام کے تمام عہدیداروں کا یہ وفد لاہور گیا۔ یہاں مرکزی پنجاب کی شوریٰ اور عاملہ کا اجلاس ہو رہا تھا۔ اجلاس میں شمولیت کی

۲۲ فروری کو شیخوپورہ سے ہوتا ہوا یہ وفد چوہڑکانہ پہونچا جہاں مقامی کارکنوں نے وفد کا استقبال کیا اور شاندار اجتماع ہوا جس میں قاری نورالحق، مولانا منظور احمد مولانا غلام مصطفٰے اور جانباز مرزا نے خطاب کیا۔

۲۳ فروری کو یہ قافلہ گجرات پہونچا جہاں پر جماعت کی ازسرنو تشکیل ہوئی۔ حضرت مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے جمعیۃ علماء اسلام میں شمولیت کا یقین دلایا۔ نیز اپنے بیٹے مولانا ضیاء اللہ صاحب کو حکم دیا کہ وہ جمعیۃ کے ساتھ مل کر کام کرے۔ رات کا اجلاس سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری کی صدارت میں ہوا۔

۲۶ فروری کو یہ قافلہ جہلم پہونچا۔ دن بھر کارکنوں سے ملاقاتیں رہیں اور ظہر کے بعد اجلاس ہوا جس میں قاری نورالحق، مولانا چنیوٹی، جانباز مرزا اور مولانا احمد سعید نے خطاب کیا۔ رات کو یہ قافلہ دینہ پہونچا۔ چوہدری فضل الٰہی کی طرف سے ارکان وفد کو استقبالیہ دیا اور رات کو جامع مسجد مہاجرین میں سیرت کا اجتماع ہوا جس میں ارکان وفد کے علاوہ چوہدری فضل الٰہی صاحب نے بھی تقریر کی۔

صبح کو ارکانِ وفد منگلا ڈیم دیکھنے گئے اور

صبح کا ناشتہ چوہدری فضل الٰہی صاحب کے یہاں کیا اور یہ قافلہ راولپنڈی روانہ ہوگیا۔ راستہ میں گوجرخان میں قومی اتحاد کے کارکنوں نے وفد کے اعزاز میں استقبالیہ کا انتظام کیا ہوا تھا۔ چنانچہ قاری نورالحق صاحب، مولانا غلام مصطفےٰ صاحب اور راقم الحروف نے قومی اتحاد کے کارکنوں سے خطاب کیا۔

یہاں سے فارغ ہوکر یہ قافلہ راولپنڈی پہونچا۔ علاقہ کے تمام ارکان جن کی تعداد پانچ سو سے زائد تھی صدر کی جامع مسجد میں

——— کارکنوں سے خطاب کیا۔ مولانا قاری سعیدالرحمن صاحب صدر جمعیۃ علماء اسلام پنڈی اور جناب اختر حسین صاحب ایڈووکیٹ نے ارکان وفد کے اعزاز میں عصرانہ دیا۔

رات سیرت کا اجلاس دارالعلوم تعلیم القرآن کی عظیم الشان مسجد میں ہوا جس کی صدارت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان صاحب نے کی۔ اس اجتماع کو صاحب صدر کے علاوہ قاری نورالحق، مولانا منظور احمد چنیوٹی، مولانا غلام مصطفےٰ، جانباز مرزا اور مولانا احمد سعید نے خطاب کیا۔

۲۸ فروری کو وفد کے اعزاز میں مولانا غلام اللہ خان صاحب کے ہاں ناشتہ کا انتظام تھا جو کہ بڑا ہی پرتکلف تھا۔ نیز اس موقع پر قاری نورالحق قریشی مولانا منظور احمد چنیوٹی، جانباز مرزا مولانا غلام مصطفےٰ نے کارکنوں کی معیت میں حضرت شیخ القرآن سے علیحدگی میں ان سے گفتگو کی اور ان سے جمعیۃ میں شمولیت کی درخواست کی گئی جسے شیخ القرآن مدظلہ نے بڑے غور اور توجہ سے سنا اور ارکان وفد کو یقین دلایا کہ وہ اپنی فرصت کے تمام لمحات جمعیت علماء اسلام کے لیے صرف کریں گے۔

۲۸ فروری کی سہ پہر کو یہ قافلہ راولپنڈی سے حسن ابدال پہونچا اور ظہر کی نماز کے بعد جامع مسجد میں اجتماع ہوا، نماز عصر ارکان وفد نے حضرو میں جا پڑھی یہاں پر مقامی رہنما مولانا حامد رحمانی اور دوسرے ارکان نے وفد کے اعزاز میں عصرانہ دیا۔ اور جامع مسجد میں سیرت کے موضوع پر تقاریر ہوئیں۔

یہاں سے فارغ ہوکر ارکان وفد کیمبل پور پہونچے مولانا عبدالقیوم قریشی کی صدارت میں جامع مسجد کیمبل پور میں سیرت کا ایک عظیم اجتماع ہوا۔ یہ اجتماع رات گیارہ بجے تک رہا۔

یکم مارچ کو یہ قافلہ پروگرام کے مطابق میانوالی کے لیے روانہ ہوا۔ راستہ میں بارش کے باعث سفر میں قدرے مشکلات پیش آئیں۔ تاہم دوپہر ۱۲ بجے قافلہ میانوالی پہونچ گیا۔ مولانا محمد رمضان نائب ناظم جمعیۃ پنجاب نے وفد کا شاندار طریق پر استقبال کیا، لیکن قانونی پابندیوں کے تحت نہ تو کارکنوں سے خطاب ہوسکا اور نہ ہی عصرانہ میں شمولیت ہوسکی، البتہ رات کو سیرت کا اجتماع ہوا جس کی صدارت، مولانا محمد رمضان صاحب نے کی۔ اس میں مولانا غلام مصطفےٰ بہاولپوری، مولانا منظور احمد چنیوٹی نے سیرت کے موضوع پر تقریریں کیں۔

۲ مارچ کو یہ قافلہ حسب پروگرام سرگودھا پہونچنے والا تھا اور یہ مقام دورے کا آخری مقام تھا، لیکن تازہ پابندیوں کے باعث جمعیۃ علماء اسلام سرگودھا کے کارکن حافظ محمد صادق صاحب کی اطلاع پر کہ سرگودھا میں کسی قسم کے اجتماع کی اجازت نہیں مل سکی۔ آخری دورے کا پروگرام ملتوی کر دیا گیا۔

بیس دن کے اس طویل پروگرام میں بعض مقام ایسے بھی آئے جن میں بہاولپور فیصل آباد، راولپنڈی اور لاہور شامل ہیں جہاں جمعیۃ علماء اسلام کا نظام معطل دکھائی دیا۔ بہرحال اسکی تفصیل ناظم عمومی قاری نورالحق ایڈووکیٹ اپنی رپورٹ میں پیش کریں گے۔ تاہم اجتماعی طور پر وفد کا یہ دورہ ہر اعتبار سے کامیاب رہا۔ ہر جگہ کے کارکنوں نے اپنی زندگی کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ وفد کے ارکان کے استقبال اور ان کے احترام میں کوئی نہ اٹھا رکھی، ہر جگہ کے کارکن چاق وچوبند نظر آئے اور انہوں نے جماعتی پروگرام میں دلچسپی کا اظہار کیا۔

بقیہ: تجویز

پرہوں تو ان میں سے ایک امیر ہو؟ اسلام نے کس قسم کی جماعتی زندگی کا تصور دیا ہے اور تنظیم پر بہت زور دیا ہے)۔

۶۔ عوام اپنی جائز شکایات کو براہ راست اسمبلی نمائندہ سے ملاقات نہ کرنے کی صورت میں کس طاقت کے سامنے پیش کریں؟ اور اگر نمائندہ اسمبلی سے بھی شکایت کریں تو کس قسم کے دباؤ سے ان سے کام لیا جائے؟

راے صاحب کی تجویز ناممکن العمل تجویز ہے

۷۔ اسمبلی میں جو کارروائی ہوگی اس کا ذمہ دار وزیراعظم ہوگا۔ لیکن اس تمام کارروائی کے مثبت یا منفی اثرات کی ذمہ دار طاقت خارجی کون سی ہوگی؟ پوری جماعت کو ذمہ دار بنانے کی بجائے فرد واحد یا اسمبلی نمائندگان کو ذمہ دار ٹھہرانے سے وہ نتائج برآمد نہیں ہوسکتے جو ایک پارٹی کے ذمہ دار فرد کے وزیراعظم بننے کے بعد وزیراعظم سمیت پوری پارٹی عوام کے سامنے جوابدہ ہوتی ہے؟

۸۔ نیز غیر جماعتی پارلیمانی نظام کے تحت منتخب حکومت کو استحکام کس طرح ہوگا؟

۹۔ سیاسی پارٹیاں نہ ہونے کی صورت میں نظریات، جمہوری افکار کی عوام میں پختگی کس طرح پیدا ہوگی؟

۱۰۔ عوام کی اجتماعی طاقت کسی تنظیمی سانچہ میں منظم نہ ہونے کی صورت میں نوکرشاہی کو کس طرح ختم کیا جاسکتا ہے؟

۱۱۔ ۷۷ء میں اگر جماعتیں نہ ہوتیں تو اتنی منظم شکل میں آمریت کے خلاف تحریک کیسے چل سکتی؟ عوام ہزار گنا طاقت رکھتے ہیں مگر ان کا شیرازہ جب تک کسی تنظیمی اجتماعی قیادت کے تحت نہ ہو کبھی بھی آمر کے خلاف تحریک نہیں چلا سکتے۔

کیا راے صاحب جو غیر جماعتی پارلیمانی نظام کے تجربے شدومد سے حامی ہیں اور موجودہ بحران کا حل فقط اسی میں مضمر سمجھتے ہیں، مندرجہ بالا سوالات کا جواب دے کر سیاسی حلقوں کو مطمئن کرنا اپنا سیاسی اخلاقی فرض سمجھیں گے؟

اشفاق ہاشمی کے قلم سے

برِصغیر پاک و ہند

میں اسلام اور مسلمان کن راستوں سے داخل ہوئے

شمالی ہندوستان کا راستہ

قبل از اسلام دور میں عرب، ہندوستان بلکہ شرق بعید کے ساتھ بھی تجارت کیا کرتے تھے۔ عرب تاجر جو مالِ تجارت لاتے اور تبادلہ کرتے۔ اسلام کی دولت کے بعد انہوں نے اپنے سامان تجارت کے ساتھ ساتھ اپنے افکار و نظریات بھی پہونچانے شروع کر دیئے۔ اسلام چونکہ تبلیغی مذہب ہے اس لیے اس کے تبلیغی تقاضوں کے تحت مسلمان تاجروں نے جنوبی ہندوستان میں تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا۔ محمد بن قاسم کے حملہ (۷۱۱ — ۷۱۲) سے پہلے جزائر مالدیپ اور سراندیپ کے جزائر میں بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔! اس دعوے کو اس امر سے تقویت پہونچتی ہے کہ جب ابن قاسم نے حملہ کیا تو اس کا سبب یہی تھا کہ یہاں کے مسلمانوں کا جہاز عرب جا رہا تھا جسے بحری قزاقوں نے لوٹ لیا تھا۔ آج بھی جزائر مالدیپ اور لقادیپ کی سو فی صد آبادی مسلمان ہے۔ انہی تاجروں کے باعث ساحلِ مالابار (بمبئی) پر اسلام پھیلا اور اس سرعت سے اسلام پھیل رہا تھا کہ اگر سولہویں صدی عیسوی میں پرتگالی عیسائی نہ آگئے ہوتے اور اسلام کی صلح کن تبلیغ کو جبراً نہ روک دیا گیا ہوتا تو پوری آبادی مسلمان ہوتی۔ تاہم اب بھی تیس فی صد آبادی مسلمان ہے

(آرنلڈ)

ساحل مالابار، حیدرآباد دکن اور جنوبی ہندوستان میں اسلام پُرامن طریقے سے پھیلا اور کسی جگہ تلوار یا جبر و اکراہ کوئی نشان نہیں ملتا۔ اس کا اقرار پروفیسر آرنلڈ نے اپنی کتاب

(Preaching of Islam)

میں زور دار الفاظ میں کیا۔

اسباب

۱۔ اسلامی تعلیمات کی خوبی، موثر ہونا، نسل انسانی کی فطرت کے عین مطابق ہونا اور ایک عالمی اور شرف انسانیت کی حفاظت کرنے والا پیغام دینا۔ وہ نمایاں تعلیمات جنہوں نے یہاں کے رہنے والے انسانوں کے دلوں پر اثر کیا۔ ان میں سے نمایاں توحید خداوندی کا تصور، مساوات، نسل انسانی کی تعلیم، شرف انسانیت کا تصور، عدل و انصاف کا بلند معیار، رواداری، حقوق انسانی کی حفاظت روحانی بالیدگی کا اہتمام، معاملات کی درستگی، منزلی زندگی کی استواری، علم و تعلیم کا عالمی اور مفید ترین تصور وغیرہ تھیں۔

۲۔ ان اہم تعلیمات اور اس اونچے تصور رُوحانیت کے علاوہ جس چیز نے یہاں کے لوگوں کو متاثر کیا وہ شروع کے ان مسلمانوں کا مضبوط کردار اور ان کی شخصیات کا عملی تصویر ہونا تھا یہ تاجر امانت دار، معاملات میں دیانتدار اور عمدہ اخلاق میں پختہ اور پسندیدہ اور انسانیت کے نہایت ہی اُونچے درجے پر فائز تھے۔ چنانچہ ان تعلیمات پر عمل کرنے والے ان انسانوں کی سیرتوں اور کردار نے یہاں کے لوگوں کو حلقہ بگوش اسلام ہونے پر آمادہ کیا۔

۳۔ تبلیغی لٹریچر، خطبات اور تبلیغی مجالس نے بھی لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے میں نمایاں کردار انجام دیا۔

۴۔ ایک نہایت ہی نمایاں سبب ہندوؤں کا ذات پات کا نظام تھا۔ ہندوؤں نے اپنی [illegible] سوسائٹی کو چار طبقات میں تقسیم کر رکھا تھا، برہمن، کھشتری، ویش اور شودر۔ ان میں سے شودر کمترین مخلوق تھی جن کے بارے میں برہما کے پاؤں سے پیدا ہونے کا تصور تھا ان کا گھٹیا اور پست درجہ اور ذلیل خدمات لی جاتیں۔ پروفیسر آرنلڈ نے اس ذات پات کی تقسیم کی۔ ایک بھیانک مثال دیتے ہوئے یہ بیان دیا ہے کہ جنوبی ہندوستان کے ضلع ٹراونکور میں شودروں کی ایک جماعت کے افراد کے لیے یہ ضروری ہے کہ جب وہ گھر سے نکلیں تو اپنے گلے میں گھنٹی باندھ کر نکلیں اور جب بازاروں اور گلیوں سے گذریں تو اپنے گذرنے کی اطلاع [illegible] سے دیتے جائیں اور اونچی ذات کے ہندو سے چالیس قدم دور رہیں اور [illegible] کرنے والے شودروں کو سخت سزا [illegible] گی۔!

اسلام نے مساوات اور شرف انسانی کا جو تصور دیا وہ ان اقوام کو بہت زیادہ اپیل کرنے والا تھا اور یہ کہ ایک شودر کلمہ پڑھتے ہی [illegible] کے برابر ہوجاتا ہے۔

شادیوں کے باعث

Inter marrage یعنی عربوں نے یہاں شادیاں کرلیں اور ان کا متعلقہ خاندان اور اولاد کے باعث اسلام کو خاصی ترقی نصیب ہوئی۔

محمد بن قاسم کا حملہ

اس کا سبب ایک عورت کی پکار (الخیاث یا حجاج) داہر کا مغرورانہ جواب۔ حجاج نے محمد قاسم کو بھیجا اور بڑا لشکر لے کہ ہر طرح کی ضروریات ساتھ دیکر بھیجا ٹڈی دل کے ساتھ۔ تھوڑی فوج ماری جاتی ہے، زیادہ فوج بھوکی مرجاتی ہے، سندھ سے ملتان تک یلغار کرتا ہوا آیا۔ صدیوں تک مسلمانوں کے پاس رہا اور انگریزوں کی آمد تک مسلمانوں کے پاس رہا اور اس کی وجہ یہاں کے لوگوں کے دل موہ لینے اور رواداری۔ تین سال کے بعد محمد قاسم کو معزول کر دیا گیا اور واپس جانے لگا تو یہاں کے بت پرستوں نے اس کا بت بنا کر اسے دیوتا سمجھ کر پوجا۔ مسلمان مبلغوں اور مسلمانوں کی سیرت و کردار کے باعث لوگ مسلمان ہوگئے۔! مسلمانوں کی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز ملتان رہا اور منگول کے فتنہ کے وقت بہت سے صوفیا یہاں آکر آباد ہوئے

تیسرا راستہ

شمالی ہندوستان کا راستہ بہت اہم راستہ ہے جس سے مسلمان حکمران اور فاتحین آئے ۱۰۰۱ء میں محمود غزنوی نے یکے بعد دیگرے حملے کیے اور سب سے بڑا حملہ سومنات پر کیا اور کفر کے غرور کو توڑ دیا لیکن اس نے تنظیم حکومت کے سلسلے میں کوئی کام نہ کیا۔

لیکن محمد غوری صحیح معنوں میں ہندوستان کا فاتح ہے۔ اس نے شمالی ہند میں ۱۱۴۹ء میں حکومت قائم کی۔ غوری کے بعد قطب الدین ایبک تھا۔ یہ غلام تھا۔ جانشینِ غوری کی حیثیت سے حکومت قائم کی اور اسلام کے غلبہ کو قائم کرنے کے لیے قطب مینار اور مسجد قوت الاسلام بنائی۔

اس کے بعد شمالی ہندوستان پر مسلسل غلبہ رہا۔ سلاطین دہلی کے کارناموں میں جن کو ترک یا "خاندان غلامان" کہا جاتا ہے۔ انہوں نے شمالی ہندوستان میں ایک مستحکم حکومت قائم کی اور لوگوں کو اسلام سے روشناس کر کے ایک اخلاقی اور معاشرتی تصور نہ دیا۔

اگرچہ انہوں نے اسلام کو سیاسی حیثیت سے مضبوط کیا اور شریعتِ اسلامیہ کو اس حصۂ ملک میں نافذ رکھا، تعلیم و تعلم کا سلسلہ بھی جاری رکھا، علوم و علماء کی سرپرستی بھی کی، لیکن فرمانرواں نے یہاں کے لوگوں کو مسلمان بنانے کے لیے کوئی ایسی تحریک جاری نہیں کی جس کو حکومت کی سرپرستی، امداد اور قوت حاصل ہو، دوسرے معنوں میں ان فرمانرواؤں نے قوت تلوار فوج کسی چیز کو اسلام کے دفاع کے لیے استعمال نہ کیا، کیوں کہ وہ اس بات سے آگاہ تھے کہ اسلام میں تبلیغ کے سلسلے میں تلوار یا قوت کا استعمال ممنوع ہے، لیکن ان فرمانرواؤں کے دور میں مسلمان مبلغین نے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ لوگوں کو اسلام کی خوبیوں سے روشناس، تبلیغ، پھیلاؤ۔ یہ مکینوں کو اپنی سیرتوں سے اور اسلامی تعلیمات کی خوبیوں سے متاثر کرتے رہے۔

اسلام کی تبلیغ و اشاعت وسیع پیمانے پر اس وقت ہوئی جب ۱۳۰۰ء صدی میں تاتاریوں نے وسطِ ایشیا کے علاقوں کو تخت و تاراج کر کے مسلمانوں کو تباہ کرنے پر تل گئے۔ اس زمانے میں سمرقند، تاشقند، بخارا، بلخ اور ماوراء النہر کے علاقے ترکستان سے جو تہذیب اسلامی کے مرکز تھے وہاں سے علماء و صوفیاء کی ایک وسیع جماعت ہندوستان آئی۔

ان صوفیاء و علماء نے یہاں کے ماحول پر دوررس اثر ڈالا۔ ان کی خدمات نہایت قابل قدر ہیں، فرمانرواؤں کی خدمات بھی پیچھے ہیں۔

مشہور مغربی مصنفین آرنلڈ جنہوں نے ہندوستان میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت پر کام کیا ہے ان کی رائے یہ ہے کہ برصغیر میں اشاعتِ اسلام صوفیاء کا کارنامہ ہے اور یہ منگولوں کا طوفان اور تاتاریوں کا وسطی ایشیا پر حملہ برصغیر پاک و ہند کے لیے اس لحاظ سے مفید ثابت ہوا کہ اسلام اس حصہ میں بہت مضبوط ہوا، پھیلا اور لوگوں نے اسے قبول کیا۔

شمالی ہندوستان میں ہمیں کوئی مثال نہیں ملتی کہ فرمانرواؤں نے اسلام کے پھیلانے میں کبھی سختی، جبر اور تلوار و قوت کا استعمال کیا ہو۔

پروفیسر آرنلڈ نے اپنی کتاب میں اس حقیقت کو بار بار زوردار الفاظ میں بیان کیا ہے اور اس حقیقت کی سچائی اور بھی واضح ہو جاتی ہے جب ہم ان علاقوں کا جہاں مسلمان کئی صدیاں حکمران رہے جو ان کے مرکزی علاقے تھے، دہلی، احمد آباد، آگرہ وغیرہ یہاں مسلمانوں کی آبادی کا تناسب ہندوستانیوں اور غیر مسلموں کے مقابلے میں بہت کم رہا۔ اگر مسلمان فرمانرواؤں نے قوت سے کام لیا ہوتا تو یہ صورت نہ ہوتی۔

وہ بزرگ جنہوں نے خلوص مستعدی سے اسلام پھیلایا ان میں نمایاں ترین حضرت علی ہجویریؒ، بابا فریدؒ، شمس تبریز، گردیزی سید، معین الدین اجمیریؒ، مجدد الف ثانیؒ، بابا جلال سلہٹؒ، نظام الدین اولیاء، خواجہ بختیار کاکی اور ان جیسے علاوہ سینکڑوں بہاؤ الدین زکریا ملتانی، پاکیزہ سیرت کے حامل انسان یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی سیرتوں سے اسلامی تعلیمات سے لوگوں کے دلوں پر اثر کیا ان بزرگوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ مسلمانوں کا تزکیۂ نفوس کیا، بلکہ غیر مسلموں کی کایا پلٹ دی۔

ان بزرگوں نے باقاعدہ اپنے سلسلے قائم کیے مریدوں کی تربیت کی اور پورے ملک میں توحید کا پیغام پھیلایا جس کا نہایت خوشگوار اثر اسلام کی ترویج و اشاعت اور غلبہ حاصل ہوا۔

جہاں تک بنگال میں اسلام پھیلنے کا تعلق ہے یہ بات قابل ذکر ہے کہ تعداد کے لحاظ سے بنگال میں سب سے زیادہ کامیابی ہوئی۔

وجوہات

آٹھویں صدی سے بارھویں صدی عیسوی تک بدھمت کی حکومت تھی بارھویں صدی میں یہاں پر ہندوؤں کی حکومت قائم ہوئی۔ ان کی ذات پات کی

بقیہ ص ۱۴ پر

مجاہد جلیل آغا شورش کاشمیری مرحوم

مولانا حسین احمد مدنیؒ — اور — علامہ اقبال

عادی مجرموں کی زبان درازیاں

یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب پاکستان کا آفتاب نصف النہار پر تھا۔ ان دنوں دہلی میں مسلم لیگ کا ایک جلسۂ عام تھا، کسی نہ کسی طرح مسلم لیگ کے مقامی رہنما مولانا محمد الیاسؒ بانی تبلیغی جماعت کو جلسہ میں لے آئے خوب دھواں دھار تقریریں ہوئیں۔ تقریباً تمام یاوہ گو مقرروں نے مولانا حسین احمد مدنیؒ کے خلاف انتہائی گندہ زبان استعمال کی اور اس طرح اپنا نقطۂ نگاہ پیش کیا۔ یہی ان کا سرمایہ تھا۔ اور شاید وہ اس کے سوا کچھ جانتے ہی نہ تھے۔ ان کا خلاصۂ کلام اس پر ختم ہوتا تھا کہ شیخ الاسلام حسین احمد مدنی نہیں مولانا محمد الیاسؒ ہیں اور ان کی تعریف میں دو چار زوردار کلمات کہ کر اپنی تقریر ختم کر دیتے۔ آخر میں مولانا الیاس نے خطاب کیا اور صرف چند کلمات کہ کر اپنی تقریر ختم فرما دی۔ مولانا نے فرمایا:

"مولانا کی سیاسی رائے میری سمجھ سے بالا ہے۔ اگر میں اس سے اتفاق کرتا تو ان کی کفش برداری کرتا، لیکن میں ان کی ذات کے خلاف کوئی کلمہ اپنی زبان پر لا کر جہنم کی آگ خریدنا نہیں چاہتا کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے مرتبے سے آگاہ ہوں۔ اس قسم کا حوصلہ وہی نوجوان کر سکتے ہیں جو حسین احمدؒ کے درجہ و مقام سے واقف نہیں ہیں اور نہ قرآنی اخلاق کی اسلامی حدود سے بہرہ ور ہیں۔"

مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ مولانا حسین احمد مدنیؒ سے بیعت ہونا چاہتے تھے، لیکن مولانا مدنیؒ نے ان کی طبیعت کا اندازہ کرتے ہوئے انہیں مولانا اشرف علی تھانویؒ سے بیعت ہونے کا مشورہ دیا اور وہ ان کے حلقہ میں شامل ہو گئے۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مسلم لیگ کے حلقۂ سیاست میں شیخ الاسلام تھے ان کا مرتبہ و مقام بھی ڈھکا چھپا نہیں۔ جب کبھی ان سے مولانا مدنیؒ کے متعلق سوال کیا گیا انہوں نے عموماً یہی کہا کہ:

"مدنی صداقتِ اسلام کی دلیل ہیں!"

حضرت مفتی محمد شفیعؒ صاحب بفضل تعالےٰ بقید حیات ہیں اور زمانہ دیوبند سے مسلم لیگ کے طرفدار ہیں۔ انہوں نے تحریکِ پاکستان کی خدمت کی ہے۔ ان سے پوچھیے کہ مدنیؒ غیرتِ اسلام کی دلیل تھے اور فقرِ اسلام کے نمونہ یا ملتِ اسلامیہ کے غدار تھے؟ اور ہندو کے اجیر؟ ہم مولانا احتشام الحق تھانوی کو دین کی بجائے دنیا کا انسان سمجھتے ہیں ان میں واعظانہ خوبیوں کے باوجود کسی حکومت سے ٹکراؤ کا حوصلہ نہیں۔ وہ سیاسی اقتدار کے انسان ہیں ان سے دریافت کر لیجیے کہ مولانا حسین احمد مدنیؒ آیاتِ الٰہی میں سے تھے یا ہندو کے ایجنٹ؟

جن لوگوں نے چٹان کو لگاتار اپنے مطالعہ میں رکھا ہے انہیں یاد ہوگا کہ انہوں نے دس پندرہ سال پہلے جالندھر کے ایک راسخ العقیدہ لیگی نوجوان ڈاکٹر مولوی اکرام الحق مرحوم کی زندگی میں ان کی اس روایت کو لکھا تھا کہ مولانا مدنی جالندھر اسٹیشن میں ٹرین میں جا رہے تھے تو لیگ کے دو نوجوان ان کے ڈبے میں گھس گئے ایک نے مولانا کی داڑھی پکڑ لی، دوسرے نے اس پر تھوکا۔ مولانا مدنی نے آہ تک نہ کی۔ جب یہ روایت ان نوجوانوں نے جالندھر مسلم لیگ کے صدر مولانا عظامی کو سنائی تو مولانا عظامی نے ان نوجوانوں سے کہا بڑ ہانک رہے ہو یا واقعی تم نے ایسا کیا اور اس پر فخر کر رہے ہو؟ جب دونوں نوجوانوں نے تصدیق کی کہ فی الواقعہ وہ یہ کر آئے ہیں تو مولانا عظامی نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو مدنی اہل اللہ میں سے ہے اس نے مدتوں روضۂ رسول اللہ کی پلکوں سے جاروب کشی کی اور آستانہ اقدس کے سامنے بیٹھ کر حدیث پڑھائی ہے۔ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے مدنی کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے وہ پانی میں ڈوب جائیں گے یا انہیں آگ چاٹ لے گی۔ ڈاکٹر اکرام الحق راوی ہیں کہ ان دو نوجوانوں میں سے ایک تقسیم کے وقت دریائے بیاس کی نذر ہو گیا، دوسرا پاکستان میں آ کر پولیس کی معرفت ایک لیگی لیڈر ہی کے ہاتھوں آگ کی بھٹی میں پھینک دیا گیا اور بھسم ہو گیا۔

یہ اتنی واضح اور بین شہادتیں ہیں کہ اس کے بعد اگر کوئی بدکردار اور بدقماش قلمکار مولانا مدنیؒ کی شان میں گستاخی کرتا اور قائداعظم کی آڑ لے کر انہیں یا ان کے ساتھیوں کو اجیر علماء لکھتا ہے تو حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک بدبخت انسان ہے اور اسے اپنے نفس کی غلاظتوں پر ساری دنیا کا قیاس ہوتا ہے۔ اس قسم کے لوگوں سے دنیا کبھی خالی نہیں رہی، چراغِ مصطفوی پر شرار بولہبی نے ہمیشہ رکیک حملے کیے ہیں۔ جو لوگ اپنے دل میں خدا کا خوف رکھتے ہوں وہ اس قسم کی باتیں نہیں کرتے،

اس ژاژ خائی کا حوصلہ صرف انہیں لوگوں کو ہوتا ہے جنہیں اپنے بارے میں معلوم نہ ہو کہ وہ ٹھنی کا پتا ہیں۔

آج دنیا میں نہ محمد علی جناح ہے، نہ علامہ اقبال نہ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور نہ مولانا ابوالکلام آزادؒ وہ پرانی بساط تمام تر لپیٹ چکی ہے۔ اب ان سب کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، لیکن ان اکابر کی موت کو سالہا سال گذر جانے کے بعد بھی جو لوگ ایک کی آڑ میں دوسرے کو برا کہتے ہیں وہ بہر حال انسان نہیں ہیں، گو اس قسم کے افراد گنے چنے ہی ہیں، مثلاً صحافیوں میں قادیانی امت کے دستر خوان کا ایک زلہ ربا تن تنہا اس طرز کا ہذیان بکنے میں پیش پیش ہے۔ اور اکثر و بیشتر آڑ یہ لی جاتی ہے کہ علامہ اقبال نے مولانا حسین احمد مدنی کے متعلق درج ذیل قطعہ لکھا تھا:

عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ!
ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است
چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است
بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است!

اشعار بالا ارمغان حجاز کے آخر میں درج ہیں۔ علامہ اقبال نے ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو انتقال فرمایا۔ اور ارمغان حجاز نومبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہوئی۔ علامہ اقبال زندہ ہوتے اور ارمغان حجاز ان کی تدوین و ترتیب سے شائع ہوتی تو یہ اشعار اس میں کبھی نہ ہوتے علامہ اقبال مرحوم شخصیات کی مدح و قدح سے بالا و بلند تھے اور عمر کے آخری دور میں یہ چیزیں ان کے تصور سے ہی عنقا ہو چکی تھیں۔ انہوں نے اس طرز کے تمام اشعار اپنے کلام سے ہمیشہ خارج کر دیئے۔ اگر مرتبین اتنے ہی دیانت دار تھے تو انہیں مولانا محمد علی جوہر کا مرثیہ ارمغان میں ضرور شامل کرنا چاہیے تھا جو ایک روزنامہ ہی کے صفحۂ اول پر شائع ہوا اور ملک کے تمام اخباروں نے نقل کیا اور شاید کوئی دوسرا مرثیہ اس پائے کا نہیں اس کے علاوہ اور بھی کئی چیزیں ہیں جو وقتی سیاست کے ساتھ تعلق رکھتی تھیں اور علامہ اقبال ہی کے قلم سے نکلی ہیں۔ مثلاً حضرت علامہ نے علی برادران کی رہائی پر جو اشعار لکھے وہ مسلم لیگ کے اجلاس عام منعقدہ امرتسر میں پڑھ کر سنائے گئے، لیکن بانگ درا میں جبکہ ان کا ابتدائی دور تھا شائع کیے گئے تو علی برادران کا ذکر نہ کیا اسی طرح مہاتما گاندھی کی تعریف میں چھ اشعار لکھے جس میں انہوں نے مرد پختہ کار و حق اندیش و باصفا سے مخاطب کیا وہ اشعار ۱۳ ر ۱۹۲۱ء کے زمیندار میں چھپ چکے ہیں۔

علامہ اقبال اپنی عمر کے آخری ایام میں قاید اعظمؒ کے ساتھ تھے، لیکن ۹ نومبر ۱۹۲۱ء کے زمیندار میں محمد علی جناح سے بھی پانچ شعروں میں چٹکی لی اور اسی طرح پہلی جنگ عظیم میں علامہ نے دہلی کی وار کانفرنس میں ۹ بند کی ایک مسدس لکھ کر سنائی جس میں شہنشاہ انگلستان سے متعلق دو بند قصیدے کا انتہائی غلو رکھتے ہیں۔ جب یہ تمام نظمیں شاعرانہ محاسن کے باوجود علامہ نے اپنے کسی مجموعے میں شامل نہیں کیں تو مولانا حسین احمد مدنیؒ سے متعلق تین اشعار کا ارمغان حجاز میں شامل کیے جانا فی الواقعہ سیاسی بد مذاقی اور ذہنی حادثہ ہے۔ اس میں یہ اشعار اور بھی افسوسناک معلوم ہوتے ہیں کہ علامہ اقبال نے جس خبر سے متاثر ہو کر یہ اشعار لکھے تھے اس کی حقیقت سے آگاہ ہوتے ہی روزنامہ "احسان" میں اس مطلب کا ایک خط چھپوا دیا کہ مجھ کو اس صراحت کے بعد کسی قسم کا کوئی حق ان پر اعتراض کرنے کا نہیں رہتا۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میں مولانا کی حمیت دینی کے احترام میں ان کے کسی عقیدت مند سے پیچھے نہیں ہوں (ملاحظہ ہو انوار اقبال مرتبہ بشیر احمد ڈار پیش لفظ جناب ممتاز حسن سابق فنانس سیکرٹری حکومت پاکستان۔ شائع کردہ اقبال اکیڈمی کراچی)

علامہ اقبال نے جناب طالوت کو ایک خط میں لکھا کہ وہ مولانا حسین احمد مدنی کی تصریح کے بعد اپنے اشعار کی تلخی کے لیے معذرت خواہ ہوں۔

اس حقیقت کشائی کے بعد اگر کوئی قلم دراز یا زبان دراز مولانا مدنی اور ان کے رفقاء پر نشتر زنی کرتا ہے تو وہ نہ صرف یہ کہ پاکستان کی فضا سے غلط فایدہ اٹھاتا ہے بلکہ قاید اعظم اور علامہ اقبال کی روحوں کو بھی صدمہ پہونچانے کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس قسم کے غلط کار لوگ پاکستان میں غالباً یہ تصور کیے بیٹھے ہیں کہ وہ کوئی تاریخی کارنامہ سرانجام دے رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے دل کی کالک اپنے چہرے پر مل رہے ہیں۔

بشکریہ ہفت روزہ چٹان ۲۴ مارچ ۷۵ء

بقیہ۔ برصغیر میں اسلام اور مسلمان ......

کی تقسیم نے نچلے طبقہ پر قافیۂ حیات تنگ کر دیا تھا اس لیے مسلمانوں کو وحدت خداوندی، شرف انسانیت اور وحدت نسل انسانی کے تصور میں بہت کامیابی حاصل ہوئی۔

ولیم ہنٹر کے نقطۂ نظر سے اسلام یہاں کے پس ماندہ اور پامال انسانوں کے لیے گراں قدر نعمت ثابت ہوا۔ انہوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور معاشرہ میں بلند مقام حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ مچھیروں، ملاحوں، کسانوں اور معمولی افراد جن کی کثرت ہوتی ہے اسلام کو قبول کر لیا۔

ابن الحسین محمد اسلم شیخوپوری

مقدس زندگی کی ایک جھلک

کسرِ نفسی

حضرت مرحوم عطر آن باشد کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید کا صحیح مصداق تھے۔ وہ اپنے تعارف کے لیے مدح وثنا سے بے نیاز تھے۔ انہیں یہ خواہش کبھی نہ ہوئی کہ میری شہرت چہار دانگ عالم میں پھیل جائے اور میرے جاننے والوں کی تعداد میں اضافہ ہو۔ آپ اس قسم کی کمزوریوں سے کہیں بلند تھے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ اگر کسی عقیدت مند نے روبرو آپ کی تعریف کرنا چاہی تو آپ نے اظہار خفگی فرمایا۔ درج ذیل واقعہ یہی کچھ بتا رہا ہے۔

مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں آمد ورفت رکھنے والے حضرات اس فاتر العقل اور مخبوط الحواس شخص سے ناواقف نہ ہوں گے جس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مادر علمی دارالعلوم دیوبند کا سند یافتہ ہے۔ مگر کسی حادثہ غم میں فہم وعقل کھو چکا ہے، اسی "فارغ دیوبند" نے ایک مرتبہ نہایت بھول پن اور محبت میں حضرت سے پوچھا۔ بنوری صاحب! میں نے سنا ہے کہ آپ بہت بڑے عالم ہیں اس مقام پر اگر کوئی شہرت کا متلاشی اور عزت کا خواہاں ہوتا اس تصور ہی سے اس کا جام دل مسرت سے لبریز ہو جاتا کہ اصحاب علم تو کجا، مجانین تک میرے نام اور مقام سے واقف ہیں، لیکن کسر نفسی اور فروتنی کے پیکر نے ڈانٹ کر پوچھا

"تجھے کس بے وقوف نے بتایا ہے

میں عالم ہوں"

جواب کو ایک دفعہ پھر پڑھیے اور غور کیجیے کہ یہ دل کے کن جذبات کا ترجمان اور کونسے احساسات کی زبان ہے، کیا یہ صرف ظاہری رواداری ہے یا دل کی کسی مقدس احساس کا مظہر! اور کیا ہمارے آج کے معاشرے میں اسکی کوئی نظیر دکھائی دیتی ہے۔؟

بہر حال مجنون نے کمال فرزانگی سے بصورت سوال جواب دیا۔ تو کیا مفتی شفیع صاحب بیوقوف ہیں حضرت کے پاس ایک خوش گوار اور تبسم کے سوا کوئی جواب نہ تھا۔

گزشتہ سال کے اواخر کا واقعہ ہے کچھ حضرات نے بعد نماز عصر اپنا ایک کیس مسجد کے عقب میں حضرتؒ کی خدمت میں پیش کیا۔ تاکہ حضرت شرعی فیصلہ صادر فرمائیں۔ حضرت والا نے ایک طالب علم کے ذریعہ مدرسہ کے ایک کارکن کو بلایا جب وہ حاضر ہوئے تو آپ نے سائلین سے پوری سنجیدگی کے ساتھ فرمایا کہ یہ مجھ سے بڑے عالم ہیں فقہ میں ان کا پایہ بلند اور معلومات وسیع ہیں۔ ان کے ساتھ جاکر بیانات دیں اور فیصلہ حاصل کریں، مدرسہ کا وہ کارکن شرم کے مارے پسینہ پسینہ ہو رہا تھا اور اپنی جہالت کا اقرار بھی کر رہا تھا، مگر حضرت نے اپنی بات پر اصرار فرماتے ہوئے کچھ مشورے دیکر رخصت کر دیا۔ (از مولانا محمد امین صاحب)

• مدرسہ کے تعلیمی مسائل پر جب بھی اجلاس ہوتا تو تقریباً ہر اجلاس میں حضرت والا فرماتے ہیں: اب بخاری پڑھانے کا اہل نہیں رہا، بڑے اساتذہ میں سے بعض حضرات کو مخاطب کر کے فرماتے کہ اب آپ ہی پڑھاتے رہیں۔

• باوجود علم وعمل، زہد وتقویٰ، فہم وعقل اور عزت وشہرت کے میدان میں وحید وفرید ہونے کے مدرسہ میں جب بھی کسی بزرگ کا ورود ہوتا تو حضرت اقدس کی حالت دیدنی ہوتی تھی، گویا عجز وانکساری، وضع داری اور خاطر داری کی زندہ تصویر ہیں

• مدرسہ کے اکثر اساتذہ حضرت کے تلامذہ رہے ہیں بلکہ تلامذہ کے بھی تلامذہ، مگر مجال تھی کہ کوئی استاد حضرت کی ذاتی خدمت کے لیے بڑھے بلکہ عام طلباء تک کو جوتا اٹھانے کی اجازت نہ دیتے تھے، لیسا اوقات دیکھا کہ خود ہی اٹھا کے لے جا رہے ہیں۔

• ایک مرتبہ ہمارا سہ ماہی امتحان ہو رہا تھا حضرت حسب معمول کچھ معائنہ کے لیے تشریف لائے تشریف لے جانے لگے تو استاذِ مکرم مفتی شاہد صاحب نے جوتا اتارنا چاہا، لیکن حضرت جوتا پہلے ہی اٹھا چکے تھے، مفتی شاہد صاحب نے باصرار گذارش کی کہ جوتا مجھے دیدیں اور ساتھ ساتھ جوتا واپس لینے کی کوشش بھی کی جس یک گونہ چھیننے کی صورت پیدا ہو گئی۔ حضرت نے دوسرے اساتذہ کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھ کر فرمایا:

"دیکھئے! یہ میرا جوتا غصب کرنا چاہتا ہے"

ایک مرتبہ برادر مکرم جناب محمد رفیع عثمانی مدظلہم مہتمم دارالعلوم کراچی ڈھاکہ میں حضرت والا صاحب کے ساتھ تھے، مولانا بھی تشریف فرما تھے۔ مولانا نے بھائی صاحب سے فرمایا کہ چلو تمہیں چاٹگام کی سیر کراؤں۔ چنانچہ حضرت والا صاحب سے اجازت لے کر مولانا اور بھائی صاحب ڈھاکہ سے چاٹگام روانہ ہو گئے۔ ریل میں جگہ تنگ تھی اور ایک ہی آدمی کے لیٹنے کی گنجائش تھی۔ مولانا نے بھائی صاحب کو لیٹنے کا حکم دیا، لیکن بھائی صاحب نہ مانیں تو انہیں زبردستی لٹا دیا اور خود انکی ٹانگوں کو اس طرح زور سے پکڑ کر ان کے پاؤں کی طرف لیٹ گئے کہ وہ اٹھ نہ سکیں۔ اپنے ایک شاگرد کے ساتھ یہ معاملہ وہی شخص کر سکتا ہے جسے اللہ نے حقیقی تواضع کے مقام بلند سے سرفراز کیا ہو۔ (البلاغ شمارہ ۱۲ مولانا محمد تقی عثمانی)

خوفِ خدا

کوئٹہ کے سفر میں احقر مولانا کے ہمراہ تھا۔ یہاں مولانا کو کل چوبیس گھنٹہ ٹھہرنا تھا جس میں ۴ مجلسوں سے خطاب کرنا تھا، ایک پریس کانفرنس تھی، گورنر بلوچستان سے ملاقات تھی اور عشاء کے بعد جامع مسجد میں عظیم الشان جلسہ عام تھا۔ سارا دن مولانا مرحوم کو ایک لمحہ بھی آرام نہ مل سکا اور رات کو جب ہم جلسہ سے

فارغ ہوئے تو ۱۲ بج چکے تھے۔ قرین تھکن سے نڈھال ہو رہا تھا، مولانا یقیناً مجھ سے زیادہ تھکے ہوئے ہونگے۔ میں نے بارہا کوشش کی تھی کہ مولانا کبھی جسمانی خدمت کا موقع دیں، لیکن وہ ہمیشہ سختی سے انکار فرما دیتے تھے۔ اس رات احقر نے کچھ ایسے ملتجیانہ انداز میں مولانا سے پاؤں دبانے کی اجازت چاہی کہ مولانا کو رحم آگیا اور انہوں نے اجازت دے دی، لیکن یہ محض میری خاطر داری تھی، چنانچہ ہر تھوڑی دیر بعد وہ کچھ دعائیں دے کر پاؤں سمیٹنے کی کوشش کرتے۔ بالآخر جب میں محسوس کیا کہ ان کو پاؤں دبوانے کی راحت سے زیادہ طبیعت پر بار ہو رہا ہے تو میں نے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد میں سوگیا۔ رات کے آخری حصہ میں آنکھ کھلی تو دیکھا کہ مولانا کی چارپائی خالی ہے اور وہ قریب بچھے ہوئے ایک مصلّے پر سجدے میں پڑے ہوئے سسکیاں لے رہے ہیں۔ اللہ اکبر۔ ایسے سفر، اتنی تکان اور اتنی مصروفیات میں بھی ان کا نالۂ نیم شبی جاری تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے ایک تو ندامت ہوئی کہ مولانا اپنے ضعف علالت اور سفر کے باوجود بیدار ہیں اور ہم صحت و نوعمری کے باوجود محو خواب اور دوسری طرف یہ اطمینان بھی ہوا کہ جس تحریک کے قاید کا رشتہ ایسے ہنگامہ دار و گیر میں بھی اپنے رب کے ساتھ اتنا محکم ہو وہ انشاء اللہ ناکام نہ ہوگی۔

دردمند دل تڑپتی روح

حضرت مرحوم کے ہم پیالہ و ہم نوالہ، ہم نشین و ہم جلیس، ہم جولی و ہم دم، ہم سن و ہم نفس مولانا لطف اللہ صاحب مدظلہ نے بتایا:

مولانا نے جس وقت کراچی میں مدرسہ قائم کرنے کا ارادہ فرمایا تو یہاں کے ایک پیر طفیل محمد نے مولانا سے درخواست کی کہ آپ ہمارے یہاں آجائیں۔ مدرسہ کے لیے زمین اور سامان تعمیر کا میں انتظام کروں گا۔ مولانا اس کی چکنی چپڑی باتوں میں آگئے۔ چنانچہ ہم نے اس کے محلہ میں جاکر ایک ویران اور غیر آباد زمین پر خیمے گاڑ دیئے اور تعلیم و تدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔ ہمیں ایک ایسا مکان سکونت کے لیے دیا گیا جس پر ٹین کی چھت تھی۔ کبھی کبھار اگر بارش ہوجاتی تو ہماری کتابیں بھیگ جاتیں، بستر خراب ہو جاتے، مکان پانی سے بھر جاتا اور رات گذارنا مشکل بلکہ ناممکن ہوجاتا۔ ہم درخت کی چھاؤں تلے بیٹھ کر پڑھاتے تھے۔ وہاں بھی بیٹھنا مصیبت و کلفت سے خالی نہ تھا، کیونکہ پھیلی ہوئی ٹہنیوں سے اس قدر مکوڑے گرتے تھے کہ ہم ایک ہاتھ سے کتاب کو تھامتے اور دوسرے ہاتھ سے مکوڑوں کو کتاب سے ہٹاتے۔

طلبا محض اللہ تعالیٰ کے توکل پر گذارا کر رہے تھے، خور و نوش کا کوئی خاطر خواہ انتظام نہ تھا۔ روز جو کچھ آجاتا تھا صبر و شکر کے ساتھ کھا لیا جاتا تھا اور "کل" کے لیے اللہ تعالیٰ کے کسی انعام اور عطا پر نظر رہتی تھی غرض یہ کہ انتہائی تنگ دستی اور کس مپرسی کا دور تھا جس صبر و شکیبائی کے پیمانے لبریز ہوکر چھلک پڑتے ہیں اور بڑے بڑے لوگ ڈگمگا جاتے ہیں۔ بدقسمتی سے ایک دن "پیر صاحب" بمع اپنے مریدوں کے تشریف لائے۔ پیر صاحب کی آمد کیا تھی ایک بلائے ناگہانی تھی جس نے طلبا کو فاقہ کشی پر مجبور کر دیا موصوف "ماحضر" چٹ کر گئے۔ انہوں نے اپنی نارِ شکم تو بجھالی، لیکن انہیں ان تہی دست مسافروں کا کوئی خیال نہ آیا جن کے خانہ غربت کی دولت یہی "ماحضر" ہی تھا۔ طلبا خالی شکم تھے اور کھانے کا کوئی سامان نہ تھا، متلاشیانِ حق و معرفت کی فاقہ مستی نے حضرت کے حساس دل کو تڑپا کے رکھ دیا۔ وہ بے چین ہوکر شہر روانہ ہوگئے۔ وہاں سے چاول، شکر اور کھانے پینے کا دوسرا سامان خریدا اس وقت کی تنگ دستی اس "فضول خرچی" کی کی اجازت نہ دیتی تھی کہ اس سامان خورد و نوش کو ویگن پہ ڈال کر مدرسہ پہونچا دیا جائے اور بس میں مشکل یہ تھی کہ مدرسہ بس اسٹاپ سے بہت دور تھا، لیکن حضرت کے درد دل، خلوص اور جذبہ خیر نے اس مشکل کو آسان بنادیا، سیدنا المرحوم اس تمام سامان کو پیٹھ پر لاد کر ہانپتے کانپتے مدرسہ پہونچ گئے۔ طلبا اپنے بدیع المثال استاد کے بے نظیر اخلاق پر متحیر رہ گئے اور ان کے دلوں میں اپنے شیخ کی محبت کا چشمہ پہلے سے زیادہ روانی کے ساتھ بہنے لگا اور ان کی نظر تخیل کے سامنے تاریخ گم گشتہ کا وہ دور زریں گھوم گیا جب جبہ و دستار کی زیب و زینت اور علم و فن کا کمال اہل علم کے لیے خدمت خلق سے رکاوٹ نہ بنتا تھا

حج کا زمانہ قریب آرہا تھا۔ فدایان اسلام دامن دل میں گلہائے عقیدت و محبت سجائے ہوئے مدینہ رواں دواں تھے۔ ہمارے حضرتؒ بھی دل میں ایک تڑپ لیے حج کے لیے روانہ ہوئے۔ وہ تڑپ یہی تھی کہ ایسا مدرسہ قائم ہوجائے جہاں خدا کے دین کا علم صرف خدا کی رضا کے لیے حاصل کیا جائے اور جہاں ایسے افراد تیار کیے جائیں جو علم دین کو دنیاوی لذائذ اور منافع کے حصول کے لیے استعمال نہ کریں جن کی شکل و شباہت اور سیرت و کردار اسلامی تعلیمات کا آئینہ دار ہو تاکہ فضائل اخلاق کے ایسے پیکر مجسم سامنے آجائیں جو خود ہمہ تن آئینہ عمل ہوں جن کی حرکت و سکونت گفتار و رفتار سے اہل دنیا دین کی سیدھی راہ معلوم کرلیں جن کے دامن شہرت و عزت، سیم و زر اور عیش و راحت کی خاک ہوس سے پاک ہوں اور ان کے دل میں اسلام کی سچی تڑپ اور دین کا حقیقی درد ہو!

اسی تڑپ کو حضرت نے بصورت دعا خدا کے پاک گھر میں خدا کے سامنے پیش کیا اور روضہ کی جالیوں اور بیت اللہ کے پردوں کو تھام کر مالک حقیقی کے حضور اپنی تمنا کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دعا کو شرف قبولیت بخشا اور حضرت کے اپنے قول کے مطابق: "حجاز اقدس میں ہی مدرسہ کے موجودہ محل وقوع کے متعلق کچھ اشارات ہوئے اور ساتھ ہی یہ بشارت بھی سنائی گئی کہ:

"یاتون من کل فج عمیق"

عجب اتفاق دیکھیے کہ مذکورہ بالا مدرسہ کے طلبا حضرت کے حجاز مقدس تشریف لے جانے کے بعد عید کے روز شہر آئے اور مولانا لطف اللہ صاحب کی معیت میں حضرت عثمانی کے مزار پر فاتحہ کے لیے حاضر ہوئے اور ظہر کی نماز نیوٹاؤن مسجد میں ادا کی، مسجد کی وسعت و فراخی اور محل وقوع کی موزونیت کو دیکھتے ہوئے ان بے گھر مسافروں نے نماز کے بعد خدا کے حضور دعا کی کہ اے مالک الملک! ہماری کس مپرسی پہ رحم فرما اور مسجد ہذا میں ہمیں جائے سکونت عطا فرما تاکہ ہم تیرے دین کا علم اطمینان اور دلجمعی سے حاصل کرسکیں۔ دین کے ان سچے متلاشیان کی حالت سے اللہ تعالیٰ کو رحم آگیا ادھر حضرت بھی حج سے فارغ ہوکر پاکستان پہونچ گئے۔ مسجد نیوٹاؤن کے سرکردہ لوگوں سے بات

ہوتی اور انہوں نے یہاں مدرسہ قائم کرنے کی بخوشی اجازت دے دی، لیکن ابتداءً یہاں بھی انہی مصائب کا سامنا کرنا پڑا جن کے حضرت عادی ہو چکے تھے۔

مولانا لطف اللہ صاحب نے بتایا کہ یہاں صرف ایک مکان تھا جس پر ٹین کی چھت تھی اس میں ہم نے کتب اور دوسرا سامان رکھا تھا۔ غسل اور قضائے حاجت کے لیے کوئی جگہ نہ تھی۔ رات یہاں کے ایک حاجی محمد یعقوب صاحب کے مکان پر گذارتے تھے۔

درویش کی بے نیازی

مصائب اور تنگ دستی کے اس دور میں ایک ایک بڑے صاحب نے حضرت کو پچاس ہزار روپے کی پیش کش کی کہ یہ روپیہ بینک میں جمع کرا دیتا ہوں اس میں سے ہر ماہ آپ دو مدرسین کو (دوسرے مدرس مولانا عبدالرحمٰن صاحب کیمبل پوری تھے) تنخواہ ملتی رہے گی۔ لیکن حضرت نے یہ کہہ کر ان کی درخواست قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ ہم پیشگی تنخواہ کا انتظام کرنا ناپسند کرتے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ پر توکل کمزور پڑ جاتا ہے۔ ہاں ہم کام شروع کر رہے ہیں اگر آپ بھی اس میں حصہ لینا چاہیں تو بے شک لیں۔

جب اہلِ عزم ڈگمگا گئے

مولانا لطف اللہ صاحب نے بتایا:

"میں حضرت کے ساتھ تدریس و تعلیم میں مشغول تھا۔ مدرسہ کی مالی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ اسی اثنا میں میرے ذاتی پیسے بالکل ختم ہو گئے۔ مدرسہ کا خزانہ پہلے ہی سے خالی تھا۔ اس لیے میں نے بنوری صاحب سے عرض کی کہ گاؤں میں فصل پک گئی ہے۔ لہٰذا میں جاتا ہوں۔ حضرت میرے جانے کی اصل وجہ سمجھ گئے اور فرمانے لگے کہ آپ نہ جائیں کیوں کہ مجھے خواب آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آج پیسے بھیجیں گے۔ میں نے حضرت کے جواب میں ازراہ مذاق کہا کہ:

"ہاں بلی کو چھیچھڑوں کے خواب"

اس بات کو تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک شخص چار سو روپے لے کر حاضر خدمت ہوا۔ حضرت نے مذاق کا بدلہ چکاتے ہوئے کہا:

"لیجئے جناب چھیچھڑے آگئے اور پھر ان میں سے دو سو روپے مجھے عنایت فرمائیے۔"

حیرت ہوتی ہے کہ وہ عسرت و افلاس جس کے سامنے بڑے بڑے اصحاب عزم وہمت ہار بیٹھے حضرت کے پائے استقلال میں جنبش پیدا نہ کر سکا۔ اور مصائب اور مایوسیوں کا وہ بد شکل دیو جس نے نامور سپوتوں کو پچھاڑ دیا ہمارے حضرت کے مقابلے میں شکست کھا گیا۔ اس لیے کہ ہر مصیبت آپ کے سامنے ایک نئی راہ کھول دیتی تھی اور تکلیف آپ کو عشق و محبت کے کسی نئے انداز سے آگاہ کر دیتی تھی اور انہی تکالیف اور حوادث ہی میں آپ کو ایک گونہ لذت محسوس ہوتی تھی۔!!

بے مثال ذکاوت

مولانا محمد امین صاحب نے بتایا کہ ایک دن کسی نامعلوم شخص نے فون پر پوچھا کہ "بل کفی" کا کیا معنیٰ ہے؟ میں نے بہت سوچا لیکن کچھ سمجھ نہ آیا میں نے سائل کو تھوڑی دیر انتظار کے لیے کہہ اور ریسیور رکھ کر دارالافتاء پہونچا۔ وہاں کافی اساتذہ تشریف فرما تھے، میں نے مدعا عرض کیا، لیکن کوئی بھی اس غیر معروف لفظ کا معنی نہ بتا سکا۔ وہاں سے واپس ہوا، راستے میں ایک بڑے استاد ملے، لیکن وہ بھی کچھ بتانے سے قاصر رہے جلدی جلدی کتب خانہ پہونچا، لغت کی کتابوں کو الٹ پلٹ کر دیکھا، لیکن یہ لفظ کہیں نظر نہ آیا۔ مایوس ہو کر میں نے سائل مذکورہ کو جواب دیا کہ یہ لفظ نہ تو لغت کی کسی کتاب میں نظر آیا ہے اور نہ ہی کسی استاد کو اس کا معلوم ہے۔ آپ تھوڑی دیر انتظار کریں ہمارے حضرت تشریف لائیں گے ان ہی سے پوچھ کر کچھ بتا سکوں گا۔ میری اس وضاحت کے جواب میں سائل نے بتایا کہ میں بھی لغت کی متداول کتب کی ورق گردانی کر چکا ہوں لیکن کچھ پلے نہیں پڑا۔ بہر کیف ۱۱ بجے حضرت تشریف لائے میں نے آپ کی آمد کے ساتھ ہی "بل کفی" کا معنیٰ دریافت کیا حضرت نے فوراً جواب دیا:

"بل کفی" اصل میں بلا کیف تھا اور چونکہ اہل سنت کا مذہب ہے کہ ذات باری تعالیٰ کسی ہیئت سے منزہ اور بلا کیفیت ہے۔ اس لیے معتزلہ نے اسے بگاڑ کر بل کفی بنا دیا ہے۔"

اور ساتھ ہی فی البدیع تفسیر کشاف کے خطبے کا وہ حصہ پڑھ دیا جہاں علامہ زمخشری نے لفظ بل کفی ذکر کیا ہے۔!

حضرت کی ذکاوت، ذہانت اور قوت حافظہ کا یہ صرف ایک ہی واقعہ نہیں بلکہ طلب و جستجو سے ایسے اَن گنت واقعات مل سکتے ہیں جنہیں سن کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ہیچمیرز راقم کے خیال میں خلوص کے بعد ذکاوت و ذہانت حضرت کا ایک ایسا وصف ہے جو انہیں بہت سوں سے ممتاز کرتا ہے۔

ہماری ڈکشنری

مدرسہ عربیہ اسلامیہ کے اساتذہ کو جاننے پہچاننے والے حضرات مولانا محمد ادریس صاحب کی تبحر علمی ذکاوت و ذہانت اور بالخصوص ان کے ادبی ذوق کی نفاست و نزاکت سے ناواقف نہیں۔ انہی کا واقعہ ہے ایک مرتبہ انہوں نے حضرت مرحوم سے ادب کی کسی درسی کتاب کے ایک عربی لفظ کے متعلق دریافت کیا۔ حضرت نے جواباً کہا:

"آپ تو خود ہی ادیب ہیں مجھے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔"

مولانا ادریس نے جواب میں ایسی بات کہی جو یقیناً وہ کچھ ہی کہہ سکتے تھے اور جس کی صداقت پر ہر وہ شخص یقین کرے گا جسے حضرت مرحوم کی وسعت علمی، فراخی ذہن، کتابی ذوق اور [illegible] بلندی سے کچھ بھی واقفیت ہے۔! [illegible]

آپ تو ہمارے ڈکشنری ہیں!

حق گوئی و بے باکی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر

حدیث مذکور اور اس جیسی دوسری احادیث پر غور کرتے ہوئے ہم تاریخ اسلامی کے وہ نامور

سپوت یاد آجاتے ہیں جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کی عملی تصویر پیش کی اور رہتی دنیا تک اپنے نام روشن کر گئے، امام ابو حنیفہ رح مجدد الف ثانی، ابن تیمیہؒ، حضرت شیخ الہندؒ، حضرت مدنیؒ اسی طویل تاریخ کے چند ہیرو ہیں، لیکن تاریخ حق و صداقت اس وقت تک نامکمل رہے گی جب تک اس میں ایک اور نام نہ درج کر دیا جائے اور وہ نام ہے اس عظیم مجاہد کا جسے سید محمد یوسف بنوریؒ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

۱۹۶۸ء میں جب ادارہ تحقیقات اسلامی کی طرف سے ایک بین الاقوامی اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی جس کا اہتمام ادارہ تحقیقات کے سابق ڈائرکٹر ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب نے کیا تھا تو اس کے پہلے ہی اجلاس میں ایک مقرر نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اولیات کو غلط انداز میں پیش کر کے متجددین کے آزاد اجتہاد کے لیے گنجائش پیدا کرنی چاہی اور اس کے لیے انداز بھی ایسا اختیار کیا کہ جیسے قوت اجتہاد یہ میں حضرت عمرؓ کے اور ہمارے درمیان کوئی خاص فرق نہیں اس محفل میں عالم اسلام کے معروف اور جید علماء موجود تھے، لیکن اس موقع پر اس بھرے مجمع میں جن صاحب کی آواز سب سے پہلے گونجی وہ حضرت مولانا بنوریؒ تھے۔ انہوں نے مقرر کی تقریر کے دوران صدر محفل مفتی اعظم فلسطین مرحوم سے خطاب کر کے فرمایا:

سید الرئیس! ارجوکم ان تلجموا هذا الخطیب
ارجوکم ان تلجموه ماذا یقول

جناب صدر! ان مقرر صاحب کو لگام دیجیے، براہ کرم ان کو لگام دیجیے یہ کیا کہ رہے ہیں"

ان کے یہ بلیغ الفاظ آج بھی کانوں میں گونج رہے ہیں۔ (البلاغ مولانا محمد تقی عثمانی)

عالم اسلام کے عظیم قاید اور سرزمین مصر کے مایہ صد ناز سپوت جمال عبدالناصر مرحوم نے ایک موقع پر جب علماء و مشائخ سے ان کے ساتھ گروپ فوٹو اتروانے کے لیے کہا تو غالباً حضرت الشیخ واحد شخص تھے جنہوں نے ناصر مرحوم کی خواہش پوری نہ کی اور ناصر کے قریب جاکر اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر پرزور الفاظ میں یہ وصیت کی:

" حق تعالیٰ نے آپ کو ایک قوی اور جری دل سے نوازا ہے اس سے آپ اپنی زندگی میں اسلام کی خدمت کر لیں"

(از مولانا محمد امین صاحب)

علامہ طنطاوی مرحوم سے حضرت مولانا بنوری رح کا تعارف ہوا تو انہوں نے مولانا سے پوچھا کہ آپ نے میری تفسیر کا مطالعہ کیا ہے؟ مولانا نے فرمایا کہ ہاں! اتنا مطالعہ کیا ہے کہ اس کی بنیاد پر کتاب کے بارے میں رائے قائم کر سکتا ہوں۔

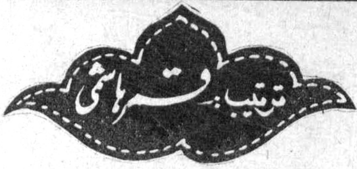
علامہ طنطاوی نے رائے پوچھی تو مولانا نے فرمایا:

"آپ کی کتاب اس لحاظ سے تو علماء کے لیے احسان عظیم ہے کہ اس میں سائنس کی بے شمار معلومات عربی زبان میں جمع ہوگئی ہیں۔ سائنس کی کتابیں چونکہ انگریزی زبان میں ہوتی ہیں اس لیے عموماً علماء دین ان سے فایدہ نہیں اٹھا سکتے۔ آپ کی کتاب علماء دین کے لیے سائنسی معلومات حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے لیکن جہاں تک تفسیر قرآن کا تعلق ہے اس سلسلے میں آپ کے طرز فکر سے مجھے اختلاف ہے آپ کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ عہد حاضر کے سائنس دانوں کے نظریات کو کسی نہ کسی طرح قرآن کریم سے ثابت کر دیا جائے اور اس غرض کے لیے آپ بسا اوقات تفسیر کے مسلمہ اصولوں کی خلاف ورزی سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ حالانکہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ سائنس کے نظریات آئے دن بدلتے رہتے ہیں، آج آپ جس نظریے کو قرآن سے ثابت کرنا چاہتے ہیں ہو سکتا ہے کل وہ خود سائنس دانوں کے نزدیک غلط ثابت ہو جائے، کیا اس صورت میں آپ کی تفسیر پڑھنے والا شخص یہ نہ سمجھ بیٹھے گا کہ قرآن کریم کی بات (معاذ اللہ) غلط ہوگئی!

مولانا نے یہ بات ایسے مؤثر اور دلنشین انداز میں بیان فرمائی کہ علامہ طنطاوی مرحوم بہت متاثر ہوئے اور فرمایا:

ایها الشیخ! لست عالماً هندیاً و انما انت ملك انزل الله من السماء لاصلاحی





شاہ پور چاکر کے قریب نہر توڑنے کا واقعہ اور ہالہ میں ہنگامہ پیپلز پارٹی نے کرایا تھا: پیر محمد شاہ امروٹی

اتحاد کی برکت سے ہی اللہ تعالیٰ نے اس ملک کو ایک آمر سے نجات دلائی: مولانا غلام قادر پنھوار

شکارپور جمعیت علماء اسلام صوبہ سندھ کے امیر مولانا پیر محمد شاہ صاحب امروٹی اور ناظم مولانا غلام قادر پنھوار ۲۶ فروری کو ضلع جیکب آباد کے دورہ پر روانہ ہوئے۔ پہلے مرحلہ پر وہ خانپور تشریف لے گئے جہاں کارکنوں کی طرف سے دیئے گئے استقبالیہ میں خطاب کیا۔ استقبالیہ زیر صدارت مولانا عبدالحمید صاحب منعقد ہوا۔ استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے حضرت امروٹی نے فرمایا کہ دکھ کے دن تھوڑے ہوتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب نظام شریعت اس ملک میں نافذ ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ پی پی والوں کا روسیاہ ہو چکا ہے۔ اب وہ فساد کرنے پر اتر آئے ہیں۔ شاہ پور چاکر کے قریب نہر توڑنے کا واقعہ اور ہالہ میں ہنگامہ اور فساد پیپلز پارٹی کروا رہی ہے۔ انہوں نے صوبائی عصبیت کی سخت مذمت کی اور کارکنوں کو زیادہ سے زیادہ جماعتی کام کرنے کی تلقین کی۔ اس کے بعد مولانا غلام قادر پنھوار نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے کہ گذشتہ تحریک میں اخلاص کی وجہ سے ہی ہم نے ایک آمر سے نجات حاصل کی۔ انہوں نے کہا کہ اتحاد کی سخت ضرورت ہے اگر ہم آپس میں لڑتے رہیں گے تو ہمارے ملک کا وجود خطرہ میں پڑ جائے گا۔ ہم نظام شریعت کے سوا کچھ نہیں چاہتے اس کے بعد چند قراردادیں منظور ہوئیں:۔

۱۔ چوری کی وارداتیں میں اضافہ افسران کی لاپرواہی گرانی (خصوصاً گندم کے نرخ میں اضافہ) پر اور بجلی کی آنکھ مچولی اور شہر کی صفائی کے ناقص انتظام پر اظہار افسوس کیا گیا۔

۲۔ خانپور میں انٹر سائنس کالج قائم کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔

اس کے بعد دونوں راہنما مولانا عبدالسمیع کے ہمراہ غوث پور تشریف لے گئے۔ وہاں بھی راہنماؤں کے اعزاز میں ایک استقبالیہ ترتیب دیا گیا تھا۔ صدارت حضرت امروٹی نے کی۔ اس کے بعد راہنماؤں کو سپاسنامہ مولانا عبدالسمیع صاحب نے پیش کیا۔ اس کے بعد چند قراردادیں منظور ہوئیں:

۱۔ تنگوانی سے غوث پور راستہ نہیں ہے۔ نالیوں کا ناقص انتظام ہے۔ بسوں کے کرایہ میں ناجائز طریقہ سے اضافہ کیا جاتا ہے۔

۲۔ بدامنی زیادہ ہوگئی ہے۔ مہنگائی زیادہ ہے۔ عبوری حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ ان شکایات پر خصوصی توجہ دی جائے۔

۳۔ سندھ ایکسپریس کشمور تک چلائی جائے۔

اس کے بعد کندہ کوٹ روانہ ہوئے وہاں بھی جمعیۃ کے کارکنوں نے بھاری تعداد میں جمعیت کے کارکنوں کا استقبال کیا۔ ایک استقبالیہ بھی ترتیب دیا گیا تھا جس کی صدارت جمعیۃ علماء اسلام کندہ کوٹ کے امیر مولانا عمر الدین صاحب نے کی۔ سپاسنامہ الحاج میاں رشید احمد نے پیش کیا۔ غوث پور اور کندہ کوٹ میں استقبالیہ سے خطاب کرتے ہوئے مولانا غلام قادر صوبائی ناظم نے کہا کہ اتحاد ضروری ہے۔ آپ اپنے قلب کو ہر وقت صاف رکھیں اور اخلاص سے جد وجہد کرتے رہیں۔ جمعیۃ علماء اسلام، قومی اتحاد میں ایک مضبوط درخت کا درجہ رکھتی ہے۔ جمعیۃ ہر دور میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر لڑتی رہی ہے۔ بدامنی کا واحد علاج اسلامی نظام ہے جو جمعیۃ کی منزل ہے۔ صوبائی امیر حضرت امروٹی نے فرمایا کہ قومی اتحاد برسر اقتدار آکر انشاء اللہ تعالیٰ عوام کے تمام مسائل حل کردے گی اور بنجر زمینیں عوام کو بغیر معاوضہ کے دی جائیں گی۔ پی۔ این۔ اے ملک کے لئے ضروری ہے قومی اتحاد باغ کی مثال ہے اور جمعیت علماء اسلام اس میں ایک اہم درخت کی مثال ہے۔ انہوں نے جمعیۃ طلباء اسلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے ساتھ تعاون کرو۔ یہ آپ کے شاہ ناز ہیں۔ آپ قوت پیدا کریں۔ دوسرے نئے افراد پیدا کریں اسی میں دنیا و آخرت کی کامیابی ہے۔ اس دورہ میں دونوں راہنماؤں کے علاوہ مولانا عمر الدین، امیر جمعیت کندہ کوٹ سالار ضلعی مولوی عبدالسمیع صاحب، الحاج علی نواز خاں کھوسو اور الحاج رشید احمد صاحب شریک تھے۔

ناظم جمعیۃ علماء اسلام، صوبہ سندھ

اپنی جد وجہد جاری رکھیں۔

نور الحق قریشی

جہلم: جمعیۃ علماء اسلام ضلع جہلم کے صوبہ پنجاب کے راہنما قاری نور الحق ایڈووکیٹ ناظم عمومی صوبہ پنجاب مولانا احمد سعید لدھیانوی اور جانباز مرزا صاحب پروگرام کے مطابق جہلم تشریف لائے۔ دوپہر بار ایسوسی ایشن جہلم سے خطاب کیا۔ انہوں نے ملک میں نظام شریعت کے مکمل اور عادلانہ نظام کے نفاذ تک اپنی جد وجہد کو جاری رکھنے کے عزم کا اعادہ کرتے ہوئے جمعیۃ اور قومی اتحاد کے کارکنوں سے اپیل کی کہ وہ قریہ قریہ بستی بستی پھیل کر لوگوں کو اسلامی نظام کی برکات و فضائل اور ضرورت و اہمیت سے روشناس کرائیں۔ اس استقبالیہ سے مولانا

گل محمد صاحب توحیدی اور جمعیۃ علماء اسلام ضلع جہلم کے نائب امیر اور صدر استقبالیہ نے بھی خطاب کیا جب کہ خطبہ استقبالیہ چوہدری فضل الٰہی صاحب تاجپوری صدر قومی اتحاد ضلع جہلم نے پیش کیا اور اسٹیج سیکرٹری کے فرائض حافظ محمد اکرم زاہد نے سرانجام دیئے۔ قرار دادیں مدرسہ عثمانیہ تعلیم الاسلام جکو ضلع جہلم کے مہتمم مولانا مفتی رشید احمد ارشد نے پیش کیں جن میں ۱۳۹۸ھ موافق ۱۹۷۸ء کو نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سال منانے اور شراب کی دکانیں بھی فی الفور بند کرنے، قتل واغوا کی وارداتوں کی مؤثر روک تھام، جہلم کو فی الفور سوئی گیس دینے، آٹا چینی کی قلت اور گرانی کے ختم کرنے، کٹھالیاں جکو کو آزاد کشمیر سے ملانے کے لئے پل کی تعمیر، کالونی ۱۲۷ سکیم کو تالیا نوالہ کی زرعی زمین سے ختم کرکے ڈھلیاں بالا یا پیر سلیمان خارس کی زمین میں قائم کی جائے۔ جکو اور علاقائے جکو کو فی الفور بجلی مہیا کرنے، پسوال تا جکو سڑک کی تعمیر، آدھ کٹھالیاں روڈ کو مرمت کرنے اور اس روڈ پر جی ٹی ایس کی کم از کم دو بسیں تسلسل سے چلانے، جہلم شہر میں صفائی کے انتظام اور جادہ کے قریب فیکٹری ایریا میں گندے پانی کے فوری نکاس اور دیہاتیوں کو شہریوں کے برابر فوری طور پر آٹا اور چینی مہیا کرنے اور تحصیل پنڈ دادن خان کو آفت زدہ علاقہ قرار دے کر آٹا اور چینی مہیا کرنے اور فوجی ملازمین جہلم کے ورکروں پر بھٹو حکومت کے سیاسی عزائم کے تحت قائم کئے گئے مقدمات کو ختم کرنے اور ان کو فی الفور رہا کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ استقبالیہ پانچ بجے ختم ہوا۔ اختتام پر جمعیۃ علماء اسلام ضلع جہلم کے نائب امیر مولانا محمد اکرم صاحب جکوڑہ والوں نے ملک کی سلامتی ویکجہتی، ملک میں اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ اور جمعیۃ کی ترقی کی دعا فرمائی۔ جمعیۃ علماء اسلام ضلع جہلم نے استقبالیہ میں شریک سیکڑوں جمعیۃ اور قومی اتحاد کے کارکنوں کے اعزاز میں ایک پرتکلف دعوت کا انتظام کیا تھا۔ اس سے فارغ ہو کر ضلع بھر کے سیاسی کارکن اپنے اپنے علاقہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور جمعیۃ علماء اسلام ضلع جہلم نے دینہ، کالا گوجراں جہلم اور جکو چار سیرۃ کانفرنسیں رکھی تھیں صوبائی راہنماؤں میں سے صرف دو علماء کے پہنچنے پر عین وقت پر ملتوی کرنا پڑیں اور رات کو صرف دینہ کے پروگرام کو نبٹانے کے لئے راہنما اور کارکنان جمعیۃ دینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

میانی ضلع سرگودھا

گذشتہ دنوں جمعیۃ علماء اسلام میانی کے کارکنوں کا اجتماع زیر صدارت قاضی ضیاء اللہ میانوی امیر جمعیۃ علماء اسلام میانی ضلع سرگودھا منعقد ہوا۔ تلاوت کلام پاک سے آغاز کیا گیا۔ امیر جمعیۃ قاضی میانوی نے حالات حاضرہ پر روشنی ڈالی اور کارکنوں پر زور دیا کہ قریہ قریہ پھیل کر عوام تک جمعیۃ کا پیغام پہنچائیں نیز باہمی اتحاد پر زور دیا۔

اس کے بعد قاری محمد حسین جنرل سیکرٹری جمعیۃ میانی نے خطاب کرتے ہوئے قائد جمعیۃ اور قومی اتحاد کے سربراہ حضرت مفتی صاحب کی خدمات کو سراہا۔ اور اکابرین جمعیۃ کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔

۱۔ عوام سے اپیل کی گئی کہ جو لوگ اتحاد میں رخنہ اندازی کرنا چاہتے ہیں ان کے عزائم ناکام بنا دیئے جائیں۔

۲۔ حضرت مفتی صاحب کی صحت یابی کے لئے دعا کی گئی۔

سیرۃ کانفرنس علاقہ چھچھ

حضرو: جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے سرکردہ حضرات علماء کرام کا قافلہ سیرۃ کانفرنس کے سلسلہ میں حضرو پہنچا۔ قافلہ کا استقبال جامعہ عربیہ اشاعت القرآن کے طلباء کرام نے بڑی گرمجوشی سے کیا۔ جامع مسجد حضرو میں ظہر تا عصر جلسہ کا اہتمام تھا۔ ظہر سے پہلے ہی مسجد علاقہ بھر کے علماء کرام، طلباء کرام اور دوسرے مسلمانوں سے بھری ہوئی تھی۔ علاقہ چھچھ علماء کرام کی آماجگاہ ہونے کی وجہ سے پاکستان بھر میں ممتاز مقام رکھتا ہے۔ اس کے اثرات ہیں کہ اکثریت اس دور میں بھی صوم وصلوٰۃ اور خاص کر تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت داڑھی کی پابند نظر آتی ہے۔ جلسہ میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حامل تھے۔

جلسہ کی صدارت کے لئے علاقہ کے مشہور عالم دین مولانا عبدالقیوم صاحب جلالیہ کو منتخب کیا گیا۔

جمعیۃ علماء اسلام ضلع اٹک کے امیر مولانا سکندر خان جو اسٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ انہوں نے جلسہ کی غرض وغایت اور معزز مہمانوں کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا۔

تلاوت کے بعد ختم نبوت کے بہادر سپاہی مولانا منظور احمد چنیوٹی نے خطاب کیا۔ بعدہ مولانا غلام مصطفی بہاولپوری نے مختصر انداز میں ولولہ انگیز خطاب کیا۔ آپ نے کہا کہ سیرۃ کا معنی ہرگز نہیں کہ سیرۃ کے نئے بڑی بڑی کانفرنسیں اور جلوس نکالے جائیں۔ سیرۃ کا معنی نظام مصطفےٰ کا نفاذ ہے۔ جو شخص بھی سیرۃ پر عمل نہیں کرتا وہ سیرۃ کا غدار ہے۔ ہم سیرۃ پر چل کر ہر قسم کے مسائل سے عہدہ برا ہو سکتے ہیں۔ شاعر ختم نبوت مرزا غلام نبی جانباز نے اپنے کلام سے سامعین کو خوب گرمایا۔ جلسہ کے مہمان خصوصی قاری نور الحق ایڈووکیٹ سے پہلے پاکستان قومی اتحاد ضلع اٹک کے صدر مولانا قاری سعید الرحمٰن نے ان کا تعارف کرایا۔

قاری نور الحق صاحب ایڈووکیٹ نے تحریک نظام مصطفےٰ کے دوران پیدا ہونے والے جذبہ کو باقی رکھنے اور اتحاد کی فضا برقرار رکھنے پر زور دیا۔ آپ نے زور دے کر کہا مظلوموں پر ظلم اور ہماری ماؤں بہنوں کی آہیں اور شہیدوں کا خون رنگ لا چکا ہے۔ وقت کا بڑا آمر اپنے مظالم کی وجہ سے ذلت ورسوائی میں گرفتار ہو چکا ہے۔ انشاء اللہ پاکستان قومی اتحاد پاکستان کے دارالحکومت پر نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پرچم لہرانے کے بعد ظالم حکومت اور اس کی پارٹی سے پائی پائی کا حساب لے گا۔

یہ روحانی اور پرکیف منظر عصر کی نماز تک جاری رہا عصر کی نماز ادا کرنے کے بعد جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کا رات کیمبل پور میں عظیم الشان اجلاس سے خطاب کرنے کے لئے روانہ ہو گیا۔

ضلع اٹک میں مختصر وقت میں تین شاندار پروگرام منعقد ہوئے۔ حضرو آمد سے پہلے حسن ابدال میں جمعیۃ علماء اسلام ضلع اٹک کے ناظم اعلیٰ مولانا حامد علی رحمانی نے معزز مہمانوں کے اعزاز میں ایک استقبالیہ دیا جس میں علاقہ بھر کے علماء کرام اور کارکنان جمعیۃ اور قومی اتحاد نے بھاری تعداد میں شمولیت کی۔ وہاں پر بھی ان علماء کرام کا خطاب ہوا۔ حضرو کے خطاب کے بعد کیمبل پور کی جامع مسجد میں عظیم الشان اجلاس ہوا۔ جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے وفد کا دورہ ضلع اٹک بہت کامیاب رہا ہے۔

جیکب آباد

گذشتہ دنوں ضلعی دفتر جمعیۃ علماء اسلام جیکب آباد میں زیر صدارت حضرت مولانا عمر الدین صاحب ضلعی شوریٰ

کا اجلاس ہوا جس میں
میر علی نواز خان
حاجی رشید احمد خان سیال،
سید احمد شاہ صاحب
مولانا فیض محمد صاحب
میر نصر اللہ خان
عبدالرحیم صاحب
عبدالسمیع صاحب
مولانا نصراللہ صاحب اور دوسرے حضرات نے شرکت کی۔

سیرۃ مبارک کے جلسوں کا پروگرام ٹھل، غوث پور، جیکب آباد، گڑھی خیرو مقرر کیا گیا۔

۲۔ تنظیمی رابطہ کے لئے ایک رکنی کمیٹی میر علی نواز خان، سید احمد شاہ، حاجی رشید احمد سیال پر مشتمل مقرر کی گئی۔

۳۔ ضلعی اور صوبائی فنڈ پر خصوصی غور کیا گیا۔

۴۔ حضرت مفتی محمود صاحب کی صحت کے لئے دعا کی گئی۔

قرارداد:

۱۔ امن وامان کی صورت حال پر سخت تشویش کا اظہار کیا گیا۔ ضلع جیکب آباد اور خاص طور سے تحصیل کنڈکوٹ کے نزدیک تازہ واقعات ایک ٹریکٹر کے مالک کو ٹریکٹر لوٹنے کی کوشش میں گولی ماردیا۔ اس سے پہلے سبزوئی قوم کے تین جوڑے بیلوں کے لوٹنے کے واقعات نے عوام کو سخت ہراساں کردیا ہے۔

مطالبات کئے گئے کہ

۵۔ ضلع جیکب آباد سیم تھور کا شکار ہے اس سے پہلے لگائے ہوئے ٹیوب ویل جو سیم کی نکاسی کے لئے لگائے گئے ہیں ان کو فی الفور چالو کیا جائے۔ اور دوسرے ٹیوب ضلع کے اندر لگائے جائیں۔

۶۔ ضلع کے عوامی رستوں کی حالت بالکل خستہ ہے ان پر توجہ دی جائے۔

۷۔ مہران ایکسپریس کو کنڈکوٹ تک چلایا جائے۔

سول انتظامیہ کی چشم پوشی:

جمعیت علماء اسلام تحصیل نوشہرہ فیروز کے ناظم نشریات مولانا عبدالستار صاحب تھاروشاہی نے تحصیل کا تفصیلی دورہ کیا اور مقامی حضرات سے ملاقات کی، اور اسی دوران ایسے مظلوموں سے بھی ملاقات ہوئی جن پر وڈیروں نے بڑے بڑے ظلم کئے ہیں اور سول انتظامیہ نے بجائے ان غریبوں کی مدد کے الٹا ان کو مارپیٹ کر حوالات میں بند کردیا۔ بڑی مشکل سے رشوت دیکر جان چھڑائی گئی اور ایسے مظلوموں سے بھی ملاقات ہوئی جن کی ان ظالم وڈیروں نے عصمت مآب بچیوں کی عزت کو تار تار کردیا اور مظلوم رو پیٹ کر چپ کرکے بیٹھ گئے۔ اور غریبوں نے دوران ملاقات یہ بھی بتایا کہ جب سے فوجی حکومت آئی ہے اس وقت سے ہمارے اوپر اور ظلم ہو رہے ہیں اور ایسے بیچارے غریب بھی ملے ہیں کہ جن کے دس دس سال سے مقدمات کورٹ میں پڑے ہیں ابھی تک کوئی فیصلہ یا پیشی نہیں کیونکہ رشوت نہ ملنے کی وجہ سے ایسے ہی تاریخ پر تاریخ لگا دیتے ہیں۔

اس لئے عبوری حکومت سے گذارش ہے کہ ان ظالم وڈیروں سے عوام کو نجات دلائیں تاکہ یہ غریب بھی اپنی زندگی آرام سے گذار سکیں اور ریل گاڑی میں ٹنڈو عیدن تا روہڑی تک پسنجر گاڑیوں میں جو پولیس چلتی ہے وہ سالم ڈبے پر قبضہ کر رکھتی ہے۔ مسافروں کو بغیر پیسے کے بیٹھنے نہیں دیتے بلکہ ٹکٹ بھی ان کے پاس ہوتا ہے مگر پھر بھی پیسے چارج کرتے ہیں جو کہ آپ خود کھاتے ہیں۔

عبوری حکومت سے پرزور اپیل کی جاتی ہے کہ پولیس والوں کا نوٹس لے اور انہیں برطرف کرے

سیرۃ کانفرنس شجاع آباد:

شجاع آباد سیرۃ کمیٹی کے زیر اہتمام ۲۳ فروری بروز جمعرات بعد نماز عشاء ایک جلسہ عام ہوا جس میں مہمان مقررین میں سے قاری محمد حنیف ملتانی نے خطاب فرمایا اور مقامی جمعیۃ علماء اسلام کے رہنماؤں مولانا رشید احمد اور حضرت مولانا عبدالمجید صاحب نے خطاب فرمایا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے موضوع پر سیر حاصل تقریریں ہوئیں۔

فوری مداخلت کی جائے:

شجاع آباد: جمعیۃ علماء اسلام کے مقامی رہنماؤں قاری نظام الدین۔ مولانا رشید احمد۔ محمد ارشد نے ایک بیان کے ذریعہ کہا کہ شیر شاہ ڈپو میں ڈیزل آئل کی کمی کی وجہ سے ٹیوب ویل بند ہوجانے کا خطرہ ہوگیا ہے جس کی وجہ سے گندم کی فصل کو جان بوجھ کر نقصان پہنچایا جارہا ہے۔ شجاع آباد کے رہنماؤں نے حکام بالا سے درخواست کی ہے کہ فوراً مداخلت کریں اور شجاع آباد کی نہروں میں پانی چھوڑا جائے۔

حاجی فقیر محمد خان کا
دورہ کوہستان:

جمعیت علماء اسلام سرحد کے نائب امیر حاجی فقیر محمد خان نے ضلع کوہستان کا دس روزہ دورہ مکمل کرلیا ہے۔ انہوں نے اپنے اس دورہ میں عوامی مسائل کے سلسلے میں ضلعی حکام سے ملاقات کرکے انہیں حل کرنے پر زور دیا۔

حاجی فقیر محمد خان نے داسو۔ کمیلا۔ کیہال۔ جیجال۔ پٹن۔ دبیر۔ رانولیا۔ من خیل بیلہ وغیرہ مقامات پر استقبالیوں میں شرکت کی اور اجتماعات سے خطاب کیا۔ انہوں نے کوہستان کے غیور باشندوں کو نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں دی گئی قربانیوں پر انہیں مبارک باد دی۔ اور کہا کہ آپ ہی لوگوں کا ابتدائی نعرہ جو آپ نے ایک سابق جابر حاکم کے سامنے داسو کے مقام پر دو سال پہلے اٹھایا تھا آج قومی اتحاد نے اسی نعرے کو اپنا کر قوم کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا جسکے نتیجہ میں [illegible] ریزہ ریزہ ہو کر رہ گئی اور وہ دن دور نہیں کہ جب آپ اپنی قربانیوں کا ثمرہ نفاذ شریعت کی صورت میں حاصل کرلیں گے۔

حاجی صاحب نے یقین دلایا کہ آپ لوگوں اور پوری قوم کی قربانیاں رائیگاں ہونے نہیں دی جائیں گی۔ لوگوں نے ہر جگہ مفتی محمود اور حضرت درخواستی کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا اور مفتی صاحب کی صحت کے لئے دعا کی

مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کا
اجتماع سے خطاب:

۱۸ فروری کو مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر لیفٹیننٹ جنرل فضل نے ضلعی ہیڈکوارٹر [illegible] ہوئے کہا کہ عبوری حکومت [illegible] کی ترقی اور اسلامی نظام کے نفاذ [illegible] رہی ہے۔ وہ حاجی فقیر محمد خان [illegible]

ایک سپاسنامہ کا جواب دے رہے تھے جس میں بلاتاخیر شرعی قوانین کے نفاذ کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

ضلع کوہستان:

کوہستان کے تین حلقوں میں جمعیۃ علماءِ اسلام کے تنظیم کے مندرجہ ذیل ارکان متفقہ طور پر منتخب ہو چکے ہیں:

حلقہ نمبر ۱

امیر : مولانا عتیق الرحمٰن صاحب
نائب امیر : مولانا عبدالغفور صاحب
ناظم اعلیٰ : مولانا عبدالرحیم صاحب
نائب نمبر ۱ : مولانا فصیح اللہ صاحب
نائب ناظم نمبر ۲ : مولانا حدیث صاحب
جنرل سیکرٹری : مولانا فخرالاسلام صاحب
خازن : مولانا محمد خان صاحب
سالار : مولانا گل شیر میاں صاحب

حلقہ نمبر ۲ کندیا کرنگ

امیر : مولانا عبدالحنان صاحب
نائب امیر : مولانا فضل قدیم صاحب
ناظم اعلیٰ : مولانا عبدالحئی صاحب
نائب ناظم نمبر ۱ : مولانا محجان صاحب
نائب ناظم نمبر ۲ : مولانا گل سمندر صاحب
جنرل سیکرٹری : مولانا محمد یٰسین صاحب
سالار : مولانا محمد ابراہیم صاحب
خازن : مولانا محمد یونس صاحب

حلقہ نمبر ۳ کندیا جیجوں

امیر : مولانا رحیم الدین صاحب
نائب امیر : مولانا غلام یحییٰ صاحب
ناظم اعلیٰ : مولانا امین شاہ صاحب
نائب ناظم نمبر ۱ : شمس الرحمٰن صاحب
نائب ناظم نمبر ۲ : مولانا جانس صاحب
جنرل سیکرٹری : مولانا دشمن خان صاحب
سالار : مولانا جہان زیب صاحب
خازن : مولانا امیر صاحب

ارکان تنظیم نے عہد کیا ہے کہ علماء کرام کی قیادت میں شرعی قانون اور نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے۔

جلسہ عام سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بتاریخ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ مطابق ۹ مارچ ۱۹۷۸ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء بمقام چھوٹگی گمٹی چوک شاہی بازار زیر صدارت حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب رکن اسلامی مشاورتی کونسل منعقد ہوا

مقررین

حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب، مدرسہ عربیہ نیو ٹاؤن کراچی

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، مدرسہ فاروقیہ، ڈرگ روڈ، کراچی

فخر سندھ مجاہد کراچی مولانا محمد زکریا صاحب امیر جمعیۃ کراچی سینٹر۔

مولانا عبدالرزاق صاحب عزیز، ناظم جمعیۃ سندھ و دیگر مقامی علماء کرام نے خطاب فرمایا۔

حیدرآباد

حسب سابق حلقہ وارڈ بی سی ای حیدرآباد کا ہفتہ وار اجلاس ہوا۔ سید حافظ مشتاق علی صاحب مالک کتب خانہ امرالغرباء نے سیرۃ طیبہؐ کے موضوع پر بہت ہی اچھے انداز میں خطاب فرمایا۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالاتِ زندگی بیان فرمائے اور کارکنوں کو تلقین کی کہ سیرۃ پر مکمل عمل کی کوشش کریں۔

درس کے بعد چھوٹکی گھٹی کے جلسۂ عام کے انتظامات پر غور کیا گیا اور ساتھیوں سے کہا گیا کہ اس عظیم الشان جلسۂ عام کو کامیاب کرنے کی پوری کوشش کریں۔

قومی اتحاد سے الگ ہونے والوں پر کرسی حرام کر دی جائے

"مفتی محمود میرے مذہبی اور سیاسی امام ہیں": خان عبدالولی خان

گذشتہ روز قائد جمہوریت خان عبدالولی خان صاحب فیصل آباد کے دورے پر تشریف لائے تو فیصل آباد میں ان کا ہر مقام پر پرجوش استقبال کیا گیا۔ ان کے پروگرام میں استقبالیے، بار کونسل کو خطاب، پریس کانفرنس سے خطاب شامل تھے جس میں شہر کے علماء، وکلاء اور قومی اتحاد کے کارکن کثیر تعداد میں شریک ہوئے۔

بعد نماز مغرب جمعیۃ علماءِ اسلام فیصل آباد نے خانصاحب کے اعزاز میں ایک پروقار استقبالیہ دیا جس میں خان موصوف نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جو کوئی بھی قومی اتحاد سے الگ ہوتا ہے اس کے لئے کرسی حرام کر دو، پھر کوئی بھی اتحاد سے باہر نہیں نکلے گا۔ خانصاحب نے فرمایا کہ اگر پاکستان کی بقا اور استحکام چاہتے ہو تو اتحاد قائم رکھو۔ اب پاکستان کی بقا کی ضمانت صرف اور صرف پاکستان قومی اتحاد ہے۔

قائد جمہوریت خان عبدالولی خان نے جمعیۃ سے اپنا تعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ہمارا کوئی نیا اتحاد نہیں ہے بلکہ ۱۸۲۶ء سے ہم نے شاہ اسماعیل شہید اور سید احمد بریلوی کے جہاد اکبر میں مل کر حصہ لیا اور آج تک ان بزرگوں کے جہاد آزادی اور حریت میں برابر شریک رہے۔

ہم نے شیخ الہند مولانا محمود الحسن، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، مفتی کفایت اللہ، مولانا عبیداللہ سندھی اور دیگر اکابرین کے ساتھ مل کر انگریز کے خلاف مسلسل جہاد کیا جس کا ثمر آج پاکستان کا آزاد وجود موجود ہے اور آجکل اکابرین دیوبند کے روحانی سپوت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب ہمارے مذہبی اور سیاسی امام ہیں"۔ ہم نے ۱۹۷۷ء میں تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت حضرت مفتی صاحب کے سپرد کر دی تھی اور ہم ان کے پیروکار ہیں۔

خان صاحب موصوف نے تحریک نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں جان کی قربانی دینے والے شہداء، زخمیوں اور پابند سلاسل ہونے والے نوجوانوں مجاہدوں اور غازیوں کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور تحریک میں مفتی صاحب اور جمعیۃ علماءِ اسلام کے خلوص اور قیادت کرنے پر مبارکباد پیش کی اور فرمایا کہ اب کوئی طاقت بھی ملک میں نظام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو روک نہیں سکتی۔

طلباء کی سرگرمیاں

مرتبہ:- طاہر چودھری

سامراجی قوتوں کو نیست و نابود کر دیا جائے: قائد طلباء میاں محمد عارف

جمعیت طلباء اسلام ہر تعلیمی ادارے میں انتخاب لڑے گی: ندیم اقبال اعوان

جمعیت طلباء اسلام کے مرکزی صدر میاں محمد عارف نے گزشتہ دنوں ملتان میں ایک پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ آپ نے کہا کہ اب وقت آگیا ہے کہ لارڈ میکالے کے فرنگیانہ نظامِ تعلیم کو کلّی طور پر بدل کر اسلامی نظامِ تعلیم کو رائج کیا جائے۔ آپ نے کہا کہ ہماری جماعت یکساں نظامِ تعلیم کے نفاذ کی نقیب ہے اور اس مقصد کے لئے جمعیت طلباء کے نمائندوں پر مشتمل ایک تعلیمی کمیٹی اپنی سفارشات عنقریب اسلامی مشاورتی کونسل کو پیش کر دے گی۔ میاں صاحب نے جامعہ کراچی میں ہونے والی حالیہ غنڈہ گردی کی بھی پُر زور مذمت کی۔ انہوں نے جمعیت طلباء اسلام کے کارکنوں پر زور دیا ہے کہ وہ ہر تعلیمی ادارے کے انتخابات میں حصہ لینے کی بھرپور تیاری کریں اور طلباء برادری میں اپنے پیغام کو وسیع پیمانے پر متعارف کرائیں تاکہ سامراجی قوتوں کے استحصالی عزائم کو نیست و نابود کر دیا جائے۔

قائدِ طلباء کا دورہ سکھر و ملتان:

گزشتہ ہفتے میاں صاحب نے سندھ کی مجلس شوریٰ کے اجلاس منعقدہ سکھر میں شرکت کی جس میں مختلف تنظیمی امور سے متعلق اہم فیصلے کئے گئے۔ بعد ازاں آپ نے صوبائی صدر سید سراج احمد شاہ امروٹی، صوبائی ناظم مالیات غلام قادر بروہی اور امیر حمزہ آزاد کی معیت میں حبیب آباد، ٹھیڑھی اور خیر پور کا دورہ کیا اور طلباء کے اجتماعات سے خطاب کیا۔ سندھ سے واپسی پر ملتان اور کبیر والا بھی گئے جہاں پریس کانفرنس سے خطاب کرنے کے علاوہ مرکزی صدر نے مختلف استقبالیوں میں شرکت کی۔ اس کے علاوہ جمعیۃ طلباء اسلام خانیوال کے کارکنوں سے دفتر جمعیۃ طلباء میں خطاب فرمایا اور طلباء کی کثیر تعداد کے ہمراہ ظفر اقبال شہید کے گھر اظہارِ تعزیت کے لئے گئے۔

رحیم یار خاں:

جمعیۃ طلباء اسلام رحیم یار خان کا ایک اجلاس یکم مارچ کو زیرِ صدارت صاحبزادہ فضل الرحمٰن درخواستی منعقد ہوا جس میں باتفاق رائے درج ذیل عہدیدار منتخب کئے گئے۔

صدر	:	محمد اکمل
نائب صدر	:	عبدالرشید
سیکرٹری جنرل	:	عبدالجبار ندیم
ناظم	:	حسین بخش
ناظم تعلیمات	:	رانا ارشد احمد
ناظم نشر و اشاعت	:	اختر محمود عاصی
خازن	:	محمد امین

سعودی عرب میں جمعیۃ طلباء اسلام:

جناب رشید احمد سندھی، جو سعودی عرب میں ایم۔ اے کے طالب علم ہیں، نے ایک خط کے ذریعے اطلاع دی ہے کہ انہوں نے ہم خیال دوستوں کے ساتھ مل کر وہاں جمعیۃ طلباء اسلام کی ایک شاخ کی بنیاد رکھی ہے۔

کویت سے ایک خط:

امجد نواز سابق رکن مجلس شوریٰ پنجاب نے کویت سے ایک خط میں تمام ساتھیوں کو عزم نو نکالنے پر مبارکباد دی ہے اور کہا ہے کہ "پیوستہ رہ شجر سے امید بہار رکھ" پر عمل کرتے ہوئے اپنے پروگرام کو دن رات آگے بڑھائیں۔

کراچی ڈویژن:

جمعیت طلباء اسلام کراچی ڈویژن کا ایک اجلاس زیرِ صدارت جناب فاروق قریشی ناظم عمومی منعقد ہوا جس میں عبوری طور پر ایک کنوینگ کمیٹی قائم کی گئی جس کے کنوینر الطاف حسین مقرر کئے گئے۔ دوسرے ارکان یہ ہیں:- انعام اللہ خان، محمد اجمل، گلزار احمد سرحدی اور یعقوب صدیقی۔ کمیٹی کے نگرانِ اعلیٰ فاروق قریشی ہوں گے۔

حلقہ لانڈھی:

جمعیت طلباء اسلام پاکستان حلقہ لانڈھی کے انتخابات مکمل ہو گئے ہیں ان کے مطابق مولانا حسن المآب شاہ کو سرپرست، لطف اللہ ہزاروی صدر، محمد ارشاد، ناظم عمومی، سراج الدین، نائب صدر شمس الدین ناظم، محمد قریش خازن اور عبدالحسن، ناظم نشر و اشاعت ہوں گے۔ مجلس شوریٰ کیلئے درج ذیل اراکین منتخب ہوئے: سلطان عمر۔ بہشت گلاب۔ محمد اللہ۔ تاج الحق۔ عبداللطیف۔ تصدق حسین۔ منیر احمد۔ اشرف خان۔ تاج الدین۔ محمد شاہ۔ نور الایمان اور حبیب الرحمٰن۔ اسی اجلاس میں تین قرار دادیں بھی منظور کی گئیں جن میں علمائے حق کی قیادت پر مکمل اعتماد، عزم نو کی اشاعت پر مرکزی قائدین کو مبارکباد اور ملک میں بڑھتی ہوئی لاقانونیت پر اظہار تشویش کیا گیا۔

خان پور ضلع سکھر:

جمعیت طلباء اسلام خان پور کے زیرِ اہتمام مدرسہ مفتاح العلوم میں جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوا جس سے مختلف مقررین نے خطاب فرمایا۔

مرکزی دفتر میں

سلسلہ درس قرآن

علامہ پروفیسر نور الحسن خان پنجاب یونیورسٹی ہر جمعۃ المبارک کو بعد از نماز مغرب مرکزی دفتر جمعیۃ طلباء اسلام ۱۴-بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور میں درس قرآن دیا کریں گے۔ تمام احباب خصوصاً لاہور کی جمعیۃ کے اراکین کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ درس قرآن میں پابندی سے شامل ہو

ہو کر ثواب دارین حاصل کریں ۔

میاں محمد عارف

"عزم نو" کا سید شمس الدین شہیدؒ نمبر شائع ہوگیا۔

جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کے زیر اہتمام چھپنے والے ماہنامہ عزم نو کا مارچ کا شمارہ سید شمس الدین شہیدؒ نمبر شائع ہوگیا ہے ۔ تمام خریداروں کو پرچہ سابقہ قیمت پر ارسال کیا گیا ہے ۔

قیمت نمبر دو روپے   قیمت عزم نو ۵۰۔۱

(نوٹ) خریداری کے لئے مرکزی دفتر جمعیۃ طلباء اسلام، ۴۔ بی شاہ عالم مارکیٹ سے رابطہ قائم کیجئے ۔

جیکب آباد:

گذشتہ روز جمعیۃ طلباء اسلام ضلع ضلع جیکب آباد کے ناظم عمومی جناب عبدالحمید نوناری جیکب آباد کے تنظیمی دورے پر تشریف لائے یہاں انہوں نے مقامی دفتر میں طلباء کے ایک کثیر اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ جمعیۃ کے کارکن ایک عظیم طاقت ہیں جو علماء حق کی قیادت میں اس ملک میں مکمل اسلامی انقلاب کے لئے سرگرداں ہیں ۔ آپ نے کارکنوں پر زور دیا کہ جماعتی کام کو پہلے سے کہیں زیادہ زور و شور سے شروع کریں ۔

شمولیت (شکر گڑھ):

جمعیت طلباء اسلام شکر گڑھ کے کارکنان کا ایک اجلاس زیر صدارت مولانا عبیداللہ صاحب منعقد ہوا ۔ جمعیۃ کے پروگرام سے متاثر ہو کر اس اجلاس میں پچیس طلباء نے باقاعدہ جمعیۃ میں شمولیت کا اعلان کیا ۔ شمولیت اختیار کرنے والوں کے نام درج ذیل ہیں :۔

محمد طیب ۔ اسلام الحق ۔ محمد بابر ۔ محمد عارف ۔ محمد اکرم ۔ محمود احمد ۔ جمیل حسین ۔ محمد خالد ۔ محمد خلیل ۔ مبارک علی ۔ محمد حسین ۔ محمد ادریس ۔ محمد انور ۔ محمد نصیر ۔ خالد محمود ۔ محمد اشرف ۔ صفدر حسین ۔ محمد طاہر ۔ غلام قادر ۔ جاوید اقبال ۔ محمد یونس ۔ محمد طیب ۔ کبیر احمد ۔ ریاض احمد ۔ محمد حسین ۔ محمد ضیاء الحق ۔ عبیداللہ طاہر ۔ ان کے علاوہ گورنمنٹ ڈگری کالج شکر گڑھ کے نو طلباء نے بھی جمعیۃ طلباء اسلام میں شمولیت اختیار کرلی ۔ انکے نام درج ذیل ہیں :۔

رانا مختار احمد ۔ محمد جاوید ۔ حافظ محمود الحسن ۔ انوار الحق الطاف حسین ۔ عبدالغفور خان ۔ اعجاز احمد باجوہ ۔ عرفان محمود ۔

دریں اثناء ایک بیان میں حافظ شبیر احمد اور شیخ محمد نواز انجم ناظم عمومی جمعیۃ طلباء اسلام شکر گڑھ نے گورنمنٹ ہائی سکول (اشاعت تعلیم ہائی سکول) اور گورنمنٹ ڈگری کالج شکر گڑھ کے طلباء کی جمعیت میں شمولیت کا خیر مقدم کیا ہے نیز گورنمنٹ اشاعت تعلیم ہائی اسکول کے لئے محمد طیب کو کنوینر مقرر کیا گیا ہے ۔

شمولیت (میرپور خاص)

دگر ہی خیرو ضلع جیکب آباد:

جمعیۃ طلباء اسلام میرپور خاص کے ایک اجلاس میں ممتاز طالب علم لیڈروں نے باقاعدہ جماعت میں شمولیت کا اعلان کیا ہے ان کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں :۔

محمد التماس قریشی ۔ مرزا منظور بیگ ۔ محمد یعقوب

دریں اثناء گڑھی خیرو ضلع جیکب آباد میں بھی تین طالب علموں نے جمعیۃ طلباء اسلام میں باقاعدہ شمولیت کا اعلان کیا ہے ان کے نام درج ذیل ہیں :۔

جناب مقبول احمد ۔ محمد وارث لہڑی
جناب شاہ محمد صاحب عمرانی

فیصل آباد:

گذشتہ روز جمعیۃ طلباء اسلام فیصل آباد کے ایک وفد نے جس کی قیادت صدر کنوینر کمیٹی حافظ عبدالغنی خالد نے کی ۔ ایک تنظیمی دورہ میں اشرف المدارس میں ایک یونٹ قائم کیا گیا اور جامعہ تعلیمات اسلامیہ دارالعلوم پیپلز کالونی میں کنوینر مقرر کئے جو عنقریب اپنا انتخاب مکمل کرائیں گے ۔ مدرسہ اشرف المدارس میں درج ذیل انتخاب عمل میں لایا گیا :۔ صدر :۔ حافظ خلیل الرحمٰن انوری

نائب صدر :	حافظ عبدالحمید
ناظم عمومی :	قاری عبدالجلیل قاسم
ناظم اطلاعات و نشریات :	حافظ غلام رسول ناصر و حافظ عبدالرؤف صدیقی
ناظم مالیات :	حافظ محمد شفیع کشمیری
پروپگنڈہ سیکرٹری :	حافظ محمد اسحٰق

ایڈیٹر کے نام......

خان قیوم کا بھی احتساب کیا جائے

مکرمی!

راقم آپ کے مؤقر جریدے کی وساطت سے چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق کو سیاست دانوں کے احتساب پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔ ان لمحات کا انتظار قوم تیس سال سے کر رہی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ اب وہ وقت آیا کہ سیاسی کھلاڑیوں کو اپنے حقیقی روپ میں قوم کے سامنے آنا پڑا۔

اس سلسلہ میں التماس ہے کہ دیگر سیاستدانوں کے ساتھ ساتھ خان عبدالقیوم خان کا بھی محاسبہ کیا جائے جنہوں نے ہمیشہ اقتدار کی دیوی کو سجدہ کیا ہے۔ جن کی سیاست کرسی اور محض کرسی ہے۔ براہ کرم "خان اعظم" کا جلد از جلد محاسبہ کیا جائے تاکہ یہ بھی اپنے اصل روپ میں قوم کے سامنے آجائیں۔ محمد اشرف ندیم، جنرل سیکرٹری۔

این ڈی پی، عثمان منزل، چنیوٹ

دیہی کمیٹیوں کی تشکیل نوسابق

نوکر شاہی کا حصہ بن جائے گی؟

مکرمی!

کرہ ارض سے پیداواری لحاظ سے نہایت ہی پسماندہ علاقہ ہے۔ اس کی پسماندگی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہاں برفانی علاقہ ہونے کے سبب صرف عمارتی لکڑی پائی جاتی ہے۔ حکومت اس ضمن میں اس حصے میں ماچس فیکٹری اور چھوٹی صنعتوں کا قیام عمل میں لائے تو یقیناً اس حصے کے بے روزگار لوگوں کو نہ صرف روزگار مہیا ہوگا بلکہ اس سے کافی زرِ مبادلہ بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ سرحد کے بعض حصے جس میں برفباری کے دوران ذرائع آمدورفت کے تمام رستے بند ہونے سے لوگ مقفل ہو کر رہ جاتے ہیں مہینوں ان لوگوں کو راشن نصیب نہیں ہوتا۔ اگر ملتا بھی ہے تو شہروں کی نسبت آدھا کوٹہ دستیاب ہوتا ہے جس سے عوام الناس مجبور و بے بس ہو کر رہ جاتے ہیں۔ سرحد میں سیاحت کے اعتبار سے ایوبیہ، نتھیا گلی اہم ترین مراکز ہیں۔ یہاں کی چیئر لفٹ جس پر ایوب حکومت نے بے پناہ روپیہ صرف کر کے نصب کی تھی یہ صرف سیاح لوگوں کے دلوں کو ہی یہاں کے پُر کیف نظاروں سے مسرور کر سکتی ہے۔ وہاں کے سادہ لوح باشندے جس بے حسی کی زندگی بسر کر رہے ہیں ان کی دادرسی کون کرے؟

ع انداز بیاں اگرچہ شوخ نہیں
شاید کہ ترے دل میں اتر جائے یہ بات

اس سے پیشتر ایوبیہ اور اس کے قرب و جوار کے مقیمی باشندے تمام مراعات سے نالاں رہے۔ ان سادہ دیہاتیوں پر ایوبیوں نے جو ظلم کئے تاریخ میں مثال نہیں ملتی۔ یہ باسی غریبوں کو اپنے مفاد کی خاطر حربے کے طور پر استعمال کرتے ہیں انہوں نے نام نہاد لیڈری کی خاطر رسا کشی کی فضا قائم کر دی۔ کچھ ہی عرصہ بعد نوکر شاہی کا دور آگیا اور عوام کو سبز باغ دکھا کر لوٹ کھسوٹ شروع کر دی جن میں ناجائز اراضی کی تجاورات۔ ڈپو، سمینٹ ایجنسیاں اور دیگر دیہی منصوبوں پر قوم کو خرد برد شروع کیا مگر کچھ ہی عرصہ بعد ڈھول کا پول کھل گیا اور اسلامی نظام شریعت کی تحریک کی بھرپور تائید کی۔ ضلع ہزارہ میں دیہی کمیٹیوں کی تشکیل تھانوں کی سطح پر ایک خوش آئند بات ہے۔ اگر ان کمیٹیوں میں انہی لوگوں کو کھپایا گیا تو یہ بھی نوکر شاہی کا حصہ بن جائیں گی۔ اس لئے کمیٹیوں میں ایسے افراد چنے جائیں جن کا ماضی بے داغ ہو اور ہر نمائندہ تنظیم سے دو اشخاص چنے جائیں تاکہ کسی تنظیم کی ساخت بھی پامال نہ ہو۔

راجہ محمد احسان، خانس پور، ایوبیہ

علماء اوقاف کے مطالبے پورے کئے جائیں!

اوقاف کے ائمہ و خطباء جس مالی پریشانی سے دوچار ہیں وہ قابلِ افسوس ہونے کے ساتھ ساتھ قابلِ توجہ بھی ہیں۔ کافی عرصہ سے سابق حکومت یہ اعلان کرتی رہی کہ علماء کو معقول تنخواہ دی جائے گی مگر ابھی تک اس پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ جناب بروہی کے مشیر بننے سے امید قوی ہے کہ وہ اس فوری معاملہ پر توجہ فرمائیں گے اور جید علماء کو وہ تمام سہولتیں دیں گے جن کے وہ مستحق ہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی گذارش ہے کہ تعلیمی وظائف پر علماء کو مدینہ منورہ اور الازہر یونیورسٹی بھجوایا جائے اور علماء اوقاف اکیڈمی بادشاہی مسجد لاہور کے تربیت یافتہ علماء کو ترجیح دی جائے اور اوقاف میں نوکر شاہی پر عمل کرنے والے افسروں پر بھی نظر رکھیں اور اوقاف میں ایسے افسران کا تقرر کیا جائے جو خود بھی شریعت اور علماء کے مقام اعلیٰ سے واقف ہوں اور اس پر عمل بھی کرتے ہوں۔ اس سے ایک طرف علماء کی معاشی حالت درست ہو گی اور دوسری طرف علماء کرام اپنے خدمات بہتر طور پر انجام دے سکیں گے۔

مولانا غلام مصطفیٰ، فاضل دیوبند

علماء اکیڈمی، بادشاہی مسجد، لاہور

اسلام پورہ مسائل کا گڑھ

اسلام پورہ (سابقہ کرشن نگر) لاہور کے گنجان آباد علاقوں میں سے ایک ہے۔ اس علاقے میں رہنے والوں کی اکثریت متوسط اور ستھرے طبقہ کی ہے مگر یہاں کی سڑکوں، مین ہولوں اور گلیوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔

حبیبہ روڈ (سابقہ ویدک روڈ) جو سیکرٹیریٹ سے لے کر اسلام پورہ تک تقریباً ڈیڑھ فرلانگ لمبی ہے جابجا ٹوٹ پھوٹ چکی ہے۔ نیز گورنمنٹ پرنٹنگ پریس کے قریب گراؤنڈ کے گرداگرد دیوار بن جانے سے جو جگہ بچ گئی ہے وہ یونہی بیکار پڑی ہے۔

اونکار روڈ بھی گذشتہ پانچ سال سے خراب ہے